علمی، فکری اور تحقیقی مجلہ

سہ ماہی

العلماء

لاہور

فیضانِ کرم: شیخ المشائخ، قدوۃ الاولیاء، سید السادات سیدنا طاہر علاء الدین القادری الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شعبان - شوال ۱۴۳۲ھ / جولائی - ستمبر 2011ء

اشاعتِ خصوصی

اسلام اور اہلِ کتاب

تعلیماتِ قرآن و سُنّت اور تصریحاتِ ائمۂ دین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خصوصی تحریر

شرطِ مومن: انبیاء و رسل پر ایمان کا تسلسل

اَہلِ کتاب کے دو گروہ

یہود و نصاریٰ کے متعلق شرعی حکم

اَدیانِ عالم کی تقسیم اور یہود و نصاریٰ

اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کفار و مشرکین میں فرق

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (الحدیث)

علمی، فکری اور تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

العلماء

لاہور

شعبان، شوال ۱۴۳۲ھ / جولائی، ستمبر 2011ء

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت

سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مدیر اعلیٰ

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

مدیر

صاحبزادہ محمد حسین آزاد الازہری

مدیر شمارہ خصوصی

محمد فاروق رانا

مجلس ادارت

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی

مفتی عبد القیوم خان ہزاروی

علامہ سید فرحت حسین شاہ

علامہ الحاج امداد اللہ خان

علامہ میر محمد آصف اکبر

مدیر منتظم

علامہ محمد عثمان سیالوی

سرکولیشن انچارج

سرفراز احمد خان

گرافکس

عبد السلام

فہرس

اِداریہ...... عصرِ حاضر کے تقاضے اور علماء کرام کی ذمہ داریاں 2

اسلام اور اہلِ کتاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی علمی و تحقیقی تحریر پر مبنی **خصوصی اشاعت** 4

جملہ انبیاء و رُسل پر ایمان کا تسلسل ضروری ہے 6

اَہلِ کتاب کے دو گروہ 15

اَہلِ کتاب کے مابین فرق 17

یہود و نصاریٰ کے متعلق شرعی حکم 22

اَدیانِ عالم کی تقسیم اور یہود و نصاریٰ کا مقام 28

قرآن میں اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے تذکرے کا انداز 30

قرآن مجید میں غیر اَہلِ کتاب (کفار و مشرکین) کے تذکرے کا انداز 41

سیرتِ نبوی کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے درمیان فرق 72

رابطہ

مجلّہ العلماء منہاج القرآن علماء کونسل۔ 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 042-111-140-140 فیکس نمبر: 042-35168184

www.minhaj.info

قیمت فی شمارہ: 50

اداریہ

عصر حاضر کے تقاضے اور علماء کرام کی ذِمّہ داریاں

'مسند امام احمد بن حنبل' میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ لا یَبقٰی عَلٰی ظَھرِ الاَرضِ بَیتُ مدر وَلا وَبرٍ اِلّا اَدخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الاِسلام یعنی ''(ایک زمانہ آئے گا کہ) سطح زمین پر کوئی گھر یا خیمہ نہیں بچے گا مگر اللہ تعالیٰ اس میں اسلام کا کلمہ داخل کردے گا۔'' مخبر صادق ﷺ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں اب کسے شک ہوسکتا ہے؟ موجودہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اسلام کا نام شہروں، دیہاتوں اور صحرائی خیموں میں بسنے والوں تک پہنچ چکا ہے۔ تہذیبوں کی موجودہ کشمکش نے بھی اس عمل کو تیز تر کردیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے کان میں اسلام کی آواز پہچانے کا سامان کردیا ہے۔ اور جو حقیقت پسند صدقِ دل سے اس آواز پر کان دھر رہے ہیں - اور انہیں کوئی رہبرِ فرزانہ بھی میسر آجاتا ہے جو اُنہیں حکمت و دانش کے ساتھ حقیقی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرادیتا ہے - تو اسلام کا نور دلوں میں اترنے میں دیر نہیں لگتی۔ مختلف عالمی جائزوں کے مطابق اسلام اس وقت دیگر مذاہب کے مقابلے میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور ہر سال ہزاروں لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ ہو رہے ہیں۔

اس صورت حال میں سب سے اہم اور بڑی ذمہ داری اس طبقہ پر عائد ہوتی ہے جنہیں رسول اکرم ﷺ نے 'ورثۃ الانبیاء' قرار دیا۔ یہ علماء ربانیین ہی ہیں جو پیغمبروں کے دعوتِ حق کے مشن کے وارث ہیں۔ رب العزت نے عصر حاضر میں ان کے سامنے دعوت اور اشاعتِ دین کے وسیع امکانات کھول دیے ہیں، جنہیں نظر انداز کرنا اور اپنی صلاحیتوں کو مثبت انداز سے اس عظیم مقصد کے لیے صرف نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے اس عطا کردہ موقع کی ناشکری اور اس کے عتاب کا موجب ہے۔ رب العزت نے انہیں موقع بخشا ہے کہ حقیقت کی متلاشی دنیا کو اسلام کے حقیقی چہرے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حسنِ سیرت اور آپ ﷺ کی اصل تعلیمات سے متعارف کرائیں اور قصر اسلام کو، اس کے اردگرد اگائی گئی الزامات اور بہتانوں کی خاردار مکروہ جھاڑیوں سے صاف کردیں۔

تمام بنی نوع انسان اخوت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ مسلمانوں کو باہم دو اخوتیں حاصل ہیں: وہ آپس میں انسانی بھائی ہیں اور اسلامی بھائی بھی؛ جب کہ غیر مسلم ان کے اسلامی بھائی تو نہیں لیکن آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے انسانی بھائی یقیناً ہیں۔ اس لیے ان کے ایمان کی فکر کرنا اور انہیں دوزخ کا ایندھن بننے سے بچانے کے جتن کرنا رسولِ کل رحمتِ دو عالم ﷺ کی سنت ہے۔ لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ کی مسند کے وارثوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عصری ضروریات کے تناظر میں حکمت و دانش کے ساتھ دنیا کو دین کی دعوت دیں۔ کیا یہ کام غیر مسلم دنیا کے خلاف فتویٰ بازی، دشنام طرازی، نفرت انگیزی، عدم رواداری، شدت و انتہا پسندی اور اسلحہ برداری سے کیا جاسکتا ہے؟ تاریخ گواہ ہے کہ یہ طرزِ عمل اختیار کرنے والوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان ہی پہنچایا ہے، جب کہ علماء ربانیین اور صوفیاء کرام نے محبت و رواداری، حسنِ اَخلاق اور بلندیِ کردار کے ذریعے اسلام کی اشاعت و فروغ میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں اور دلیل و برہان کے ہتھیاروں سے دل و دماغ فتح کرلیے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم کی زبان اور دلیل کی کاٹ اسلحہ کی زبان اور کاٹ سے تیز تر ہوتی ہے۔ 'تفسیر نسفی' میں ہے:

اذا الجهادُ بالحِجاج أعظم أثراً من الجِهادِ بالنِصال.

''دلائل کے ذریعے جہاد کی تاثیر ہتھیاروں کے ذریعے جہاد کے اَثرات سے بہت زیادہ تیز ہے۔''

سو دین کا درد اور دعوتِ اسلام کا جذبہ رکھنے والوں کو رسوخِ علمی، حکیمانہ اُسلوب، حسنِ اَخلاق اور اَعلیٰ کردار سے آراستہ ہوکر پوری دنیا کی نجات کی فکر اور تدبیر کرنا ہوگی، کیونکہ قرآن مجید کے مخاطبین صرف مسلمان ہی نہیں پوری دنیا ہے۔ چنانچہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان اقدس سے اعلان کرایا گیا کہ **یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا** یعنی ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔'' (الأعراف، ۷:۱۵۸)

قرآن اور صاحبِ قرآن کے یہ مخاطبین 'النَّاس' کون لوگ ہیں؟ مسلمانوں کے علاوہ دعوتِ قرآن کے مخاطبین میں کون کون سے گروہ شامل ہیں؟ اسلام نے ان کی کیا حیثیتیں متعین کی ہیں؟ ان کے درمیان کیا فرق روا رکھا ہے اور ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے کیا احکام دیے ہیں؟ دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے ان تمام امور سے آگہی ضروری ہے۔

نگاہِ نبوت کا یہ اعجاز ہے کہ وہ مکان و زماں کی حدود سے بھی پرے دیکھ لیتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہر خطے اور ہر زمانے کے لیے روشنی ہوتی ہے۔ ان کی مسند کے وارث علماء ربانیین کو بھی ان کی نگاہ کا فیض ملتا ہے۔ چنانچہ انہیں ایسی بصیرت عطا ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ پیش منظر اور مستقبل کے تقاضوں کا ادراک کرتے ہوئے دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کی جد و جہد کے لیے موثر حکمتِ عملی وضع کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی اُمتِ مسلمہ کے ایسے ہی صاحبِ نعمت لوگوں میں سے ایک فرد فرید ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل اور حکمت و دانش کے ساتھ ساتھ نگاہِ بصیرت سے بھی نوازا ہے۔ ان کی دور رس نگاہ نے عصر حاضر اور مستقبل کے چیلنجز کا اِدراک کرتے ہوئے دعوتِ دین اور اشاعت وفروغِ اسلام کے لیے اسلام کے امن ومحبت اور رواداری کے پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے، ایسی حکمت عملی وضع کی ہے جس کے مثبت اثرات ظاہر ہو رہے ہیں اور دنیا ان کے علم وفضل اور حکیمانہ اُسلوب کو خراجِ تحسین پیش کر رہی ہے۔

سہ ماہی مجلّہ 'العلماءؔ' کے زیر نظر خصوصی شمارہ میں شامل حضرت شیخ الاسلام کی کتاب 'اِسلام اور اَہل کتاب (تعلیماتِ قرآن وسنت اور تصریحاتِ ائمہ دین)' اِنہی کاوشوں کی ایک کڑی ہے، جو مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں دورِ حاضر کی ایک اہم ضرورت کے پیش نظر آپ نے تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کے ذریعے قرآن مجید کے مخاطب مختلف طبقات کی حیثیت اور مقام سمجھنے اور ان سے معاملہ کرنے کے اَحکام سے جہاں آگہی نصیب ہوگی وہاں لاعلمی کی بنا پر بین المذاہب پھیلائی گئی بہت ساری غلط فہمیوں کا اِزالہ بھی ہوگا۔ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر اِسے دو شماروں میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ پیش خدمت ہے۔ باقی اِن شاء اللہ اگلے شمارہ میں۔

(پروفیسر محمد نصر اللہ معینی)

اسلام اور اہلِ کتاب

(تعلیماتِ قرآن و سنّت اور تصریحاتِ ائمۂ دین)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(قسطِ اوّل)

بعثتِ محمدی ﷺ سے قبل پوری تاریخِ اِنسانی میں دو طرح کے طبقات موجود رہے ہیں: ایک وہ جو اپنے اپنے زمانے میں مبعوث ہونے والے اَنبیاء و رُسل پر اور ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتب وصحائف پر ایمان لاتے، ان کے ذریعے ملنے والے اَحکامِ شریعت اور تعلیمات پر عمل کرتے اور ملتِ توحید پر قائم رہتے؛ دوسرے وہ جو کسی نبی یا رسول پر ایمان نہ لائے، نہ کسی آسمانی کتاب یا صحیفہ کو مانا، نہ ہی آسمانی شریعت کو قبول کیا، بلکہ اُنہوں نے توحید کے بجائے کفر و شرک کی راہ کو اپنایا؛ خواہ وہ سورج پرست، ستارہ پرست، آتش پرست اور بت پرست ہوئے یا انہوں نے گاؤ پرستی اور مظاہر پرستی کی کوئی اور صورت نکال لی۔

پہلا طبقے کے لوگ مومنین تھے اور دوسرا طبقے کے لوگ کفار و مشرکین۔

قرآن مجید نے سورۃ الحج میں بعثتِ محمدی ﷺ سے قبل اَہلِ اَدیانِ عالم میں سے مومنین اور غیر مومنین بالخصوص صابئین، مجوس اور مشرکین کا اِجمالی ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اِنَّ اللهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّ اللهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌo(۱)

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (عیسائی) اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے، یقیناً اللہ قیامت کے دن ان (سب) کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہےo‘‘

سورۃ البقرۃ میں بھی ان کا ذکر اَحکام کے ساتھ اس طرح آیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

(۱) الحج، ۲۲:۱۷

صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○[۱]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور (جو) نصاریٰ اور صابی (تھے ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیے، تو ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے○''

قرآن و سنت میں آسمانی کتب اور شرائع کو ماننے والوں کے لیے یہود (Jews) اور نصاریٰ (Christians) کی تصریح و توثیق آئی ہے۔ یہود اَہلِ تورات اور اُمتِ موسوی تھے جب کہ نصاریٰ اَہلِ اِنجیل اور اُمتِ عیسوی۔ اِنہی دونوں اُمتوں کو اَہلِ کتاب (People of the Book) کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے فقط ان دو ہی گروہوں کے اَہلِ کتاب ہونے کی تصریح کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ○[۲]

''(قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے○''

باقی طبقات میں سے کسی کو اَہلِ کتاب میں شمار نہیں کیا جاتا۔ امام ابو منصور الماتریدیؒ اپنی تفسیر 'تأویلات أهل السنة' میں اِس اَمر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

فالمجوسية ليست عندنا من أهل الكتاب، والدليل على ذلك قول الله تعالىٰ: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ○﴾.[۳]

فأخبر الله تعالىٰ أن أهل الكتاب طائفتان؛ فلا يجوز أن يجعلوا ثلاث طوائف، وذلك خلاف ما دلّ عليه القرآن.[۴]

''پس مجوسی ہمارے نزدیک اَہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے

(۱) البقرة، ۲:۶۲
(۲) الأنعام، ۶:۱۵۶
(۳) الأنعام، ۶:۱۵۵–۱۵۶
(۴) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۳:۲۶۳

پڑھانے سے بے خبر تھے0﴾۔

''سو اللہ تعالیٰ نے یہاں بتلا دیا کہ اَہلِ کتاب صرف دو گروہ ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین گروہ بنائیں کیوں کہ یہ اُس اَمر کے خلاف ہوگا ہے جو قرآن نے بتلایا ہے۔''

اِس لیے تورات اور اِنجیل کی نسبت سے انہیں Believers of the Book کہا جاتا ہے جبکہ بقیہ طبقات اور اَہلِ مذاہب کو مطلقاً Non-Believers، کیونکہ ان کا تعلق اور عقیدہ کسی آسمانی کتاب اور کسی پیغمبر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔

ا۔ مومن ہونے کے لیے تمام اَنبیاء و رُسل پر ایمان کا تسلسل ضروری ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اور ان کے بعد بھی یہود کا ایمان یہ تھا کہ وہ تورات اور شریعت و سنتِ موسوی سے تمسک اختیار کیے رکھیں حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کا اپنا تمسّک بھی اسی پر تھا۔ پھر بعثتِ عیسوی کے بعد ایمان کا مدار اس پر ہوا کہ بنی اسرائیل تورات کے ساتھ انجیل پر عقیدہ رکھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کریں۔ سو ان میں سے جن کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر قائم ہوگیا انہوں نے صحیح طور پر شریعتِ موسوی اور تعلیماتِ عیسوی سے تمسک اختیار کر لیا، وہ مومن ہوگئے۔ اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور انجیل کو قبول نہ کیا، خواہ وہ بدستور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے نام لیوا ہی رہے، مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور ان سے بغض و عداوت کی بنا پر ہلاک اور گمراہ ہوگئے اور سابقہ ایمان ان کے کسی کام نہ آیا۔

یہود نے حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت پر اُن کے خلاف حسد اختیار کیا۔ آپ علیہ السلام کی رسالت کے واضح معجزات اور دلائل و بیّنات دیکھ کر بھی نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کے ساتھ مخالفت و عداوت کی راہ اختیار کی، حتی کہ اُنہیں قتل کر دینے یا صلیب پر چڑھا دینے کے زعمِ باطل میں مبتلا ہوئے۔ الغرض وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی بھی اُولو العزم رسول کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ سو وہ اِس روش کے باعث کافر قرار دیے گئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ (1)

''پس (انہیں جو سزائیں ملیں وہ) ان کی اپنی عہد شکنی پر اور آیاتِ الٰہی سے انکار (کے سبب) اور انبیاء کو ان کے ناحق قتل کر ڈالنے (کے باعث)، نیز ان کی اس بات (کے سبب) سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف (چڑھے

(۱) النساء، ۴:۱۵۵-۱۵۶

ہوئے) ہیں، (حقیقت میں ایسا نہ تھا) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے، سو وہ چند ایک کے سوا ایمان نہیں لائیں گےo اور (مزید یہ کہ) ان کے (اس) کفر اور قول کے باعث جو انہوں نے مریم پر زبردست بہتان لگایاo''

الغرض جنہوں نے سلسلۂ بعثت کے تسلسل کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید جاری رکھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رُسل پر ایمان کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ کے نظامِ رسالت اور سلسلۂ بعثتِ انبیاء کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیا وہ مومن رہے اور جنہوں نے پہلے انبیاء و رُسل کو تو مانا مگر اپنے زمانے میں مبعوث ہونے والے رسول کے منکر ہوگئے وہ کافر ٹھہرائے گئے کیونکہ ان پر ایمان لانا ان کے لیے واجب تھا اور یہ سابقہ انبیاء و رُسل پر ایمان کا ہی تسلسل تھا۔

اِسی طرح جب حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوگئی تو حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی، آپ ﷺ کی نبوت و رِسالت اور آپ ﷺ کی کتاب و شریعت کو ظاہر و باطن سے ماننا مدارِ ایمان قرار پا گیا۔ سو جو لوگ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی کتاب پر اور آپ ﷺ کی شریعت پر ایمان لے آئے، وہی مومن ہوئے۔ اور جو لوگ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن) اور آپ ﷺ کی شریعت و سنت کے منکر ہوگئے وہ کافر ٹھہرے، خواہ وہ سابقہ کتب و شرائع پر اپنا عقیدہ برقرار ہی کیوں نہ رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جہاں اپنی بعثت کے موقع پر رسالتِ موسوی علیہ السلام کی تصدیق کی تھی، وہیں اُنہوں نے رسالتِ محمدی ﷺ کی بشارت بھی دی تھی۔ سو رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان اسی تصدیق کا تسلسل تھا جس کی تائید موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سمیت تمام اَنبیاء علیہم السلام کرتے چلے آ رہے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌo (۱)

''اور (وہ وقت بھی یاد کیجیے) جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اُس رسولِ (معظّم ﷺ کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) اَحمد (ﷺ) ہے، پھر جب وہ (رسولِ آخر الزماں ﷺ) واضح نشانیاں لے کر اُن کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہےo''

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) الصف، ۶:۶۱

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ‌ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ۝ وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ‌ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۝ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ‌ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ‌ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَـقِّ‌ؕ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَـعَلَـكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَـيۡرٰتِ‌ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ۝ (۱)

’’اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے پیچھے ان (ہی) کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی (کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور (یہ انجیل بھی) اپنے سے پہلے کی (کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والی (تھی) اور (سراسر) ہدایت تھی اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت تھی۝ اور اہلِ انجیل کو (بھی) اِس (حکم) کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۝ اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف (بھی) سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس (کے اصل احکام و مضامین) پر نگہبان ہے، پس آپ ان کے درمیان ان (احکام) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمائے ہیں اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اس حق سے دور ہو کر جو آپ کے پاس آچکا ہے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور کشادہ راہِ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (ایک شریعت پر متفق) ایک ہی امّت بنا دیتا لیکن وہ تمہیں ان (الگ الگ احکام) میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے تمہیں (تمہارے حسبِ حال) دیے ہیں، سو تم نیکیوں میں جلدی کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان (سب باتوں میں حق و باطل) سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۝‘‘

حضور ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کئی اِعتبارات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رُسل کی بعثت سے ممیّز اور ممتاز ہے، جن میں سے چار پہلو نمایاں طور پر اِس بحث سے متعلق ہیں:

پہلا: یہ کہ آپ ﷺ صرف اپنے سے پہلے مبعوث ہونے والے ایک رسول اور ان کی کتاب ہی کے مصدّق نہ تھے بلکہ آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پورے سلسلۂ نبوت و رسالت کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔

(۱) المائدة، ۵:۴۶-۴۸

دوسرا: یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت صرف ایک ملک یا خطۂ زمین کے لیے، صرف بنی اسماعیل یا بنی اسرائیل کی ایک قوم کے لیے اور صرف سرزمینِ عرب یا دُنیاے عجم کے لیے نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ پوری کائناتِ انسانی کی طرف رسول بن کر مبعوث ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کی بعثت عالمِ اِنس کے علاوہ عالمِ جن و ملائک کے لیے بھی ہے۔

تیسرا: یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری بعثت تھی، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور قیامت تک تمام اَدوار و اَماکن کے لیے آپ ﷺ ہی کی رسالت نے فیض رساں رہنا ہے۔

چوتھا: یہ کہ آپ ﷺ کی کتاب تمام کتب وصحائفِ سابقہ کی ناسخ اور آپ کی شریعت تمام شرائعِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک صرف اِسی شریعت کو واجب العمل رہنا ہے۔

اس لیے لازم تھا کہ یہود و نصاریٰ یعنی اَہلِ تورات و انجیل ہوں یا دیگر اَقوام و ملل، تمام طبقاتِ جن و اِنس نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لائیں؛ کیونکہ یہ حکم تو اِبتداء آفرینش سے ہی خود جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دے دیا گیا تھا۔ سو ان کی اُمتوں کو مجالِ اِنکار کہاں تھی!

قرآن مجید اِس سلسلے میں واضح خبر دیتا ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○(۱)

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں○ (اب پوری نسلِ آدم کے لیے تنبیہاً فرمایا:) پھر جس نے اس (اِقرار) کے بعد رُوگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے○‘‘

پھر اِسی مقام پر آگے سلسلۂ بعثت کے تسلسل کا ذکر آتا ہے اور اُلوہی نظامِ نبوت و رِسالت کے تحت تمام اَنبیاء و رُسل پر ایمان لانا شرطِ اِیمان قرار دیا گیا ہے، جس میں نہ تو تفریق کی اِجازت ہے اور نہ ہی اِختیار و اِنتخاب کی۔ گویا آپ pick & choose نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ نظامِ بعثت و رسالت ایک کلیّت (totality) ہے۔ اِس میں سے ایک فرد کا اِنکار ہو گیا، تو وہ ساری کلیّت کا انکار ٹھہرے گا۔ سلسلۂ انبیاء کی پوری

---

(۱) آل عمران، ۳:۸۱-۸۲

لڑی میں سے ایک فرد کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے۔ چہ جائیکہ تمام انبیاء و رسل کے امام و سربراہ کا انکار ہو، جو ان سب کا فاتح بھی ہو اور خاتم بھی، جو پورے سلسلۂ نبوت کا اوّل بھی ہو اور آخر بھی، جو قائد الانبیاء بھی ہو اور سید المرسلین بھی، جو شفیع الامم بھی ہو اور شہید الرسل بھی، جس کے کسی بھی نبی و رسول کے زمانے میں مبعوث ہو جانے کی صورت میں خود وہ نبی اور رسول بھی اس پر ایمان لانے اور اس کی اِطاعت و اِتباع اِختیار کرنے کا پابند ہو۔ پھر ہر نبی اپنی اُمت کے سامنے جس کی آمد کا تذکرہ اور اس کے فضائل و مناقب بیان کرتا رہا ہو۔ جس کے اوصاف و کمالات سے تورات و انجیل سمیت پہلی تمام آسمانی کتابیں اور صحائف معمور رہی ہوں، جس کے وسیلے سے پہلی امتیں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی مہمات میں فتح یابی مانگتی رہی ہوں اور ان کی شان کو خوب پہچانتی رہی ہوں۔ حتی کہ خود یہود و نصاریٰ جس کی عظمتوں اور صفتوں کا تذکرہ اپنی کتابوں سے صبح و شام پڑھتے اور سناتے رہے ہوں اور اسی کی عظیم آمد و بعثت کا نہایت بے تابی سے انتظار کرتے رہے ہوں۔ جب اس رسول آخر الزماں ﷺ کی بعثت ہو تو اسی کا انکار کر دیا جائے۔ ایسی صورت میں کوئی کیسے مومن رہ سکتا ہے؟ جس ہستی کے باعث پہلے زمانوں کی اُمتوں کے ایمان کو سلامتی نصیب ہوئی تھی، اس ہستی کے مبعوث ہو جانے کے بعد کوئی اسی پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ کفر سے کیونکر بچ سکے گا؟ قرآن مجید نے ایمانی تسلسل کی اس شرط کا ذکر پہلے بیان کی گئی آیت کے ساتھ ہی آگے اس طرح کیا ہے:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○(1)

”آپ فرمائیں: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور جملہ انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا ہے (سب پر ایمان لائے ہیں)، ہم ان میں سے کسی پر بھی ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہیں○“

اسی طرح یہ قرآنی مضمون بھی ملاحظہ کیجیے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْشِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ

---

(1) آل عمران، 3: 84

شَیۡءٍ ؕ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨالَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۝(۱)

’’اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے ستر مردوں کو ہمارے مقرر کردہ وقت (پر ہمارے حضور معذرت کی پیشی) کے لیے چن لیا، پھر جب انہیں (قوم کو برائی سے منع نہ کرنے پر تادیباً) شدید زلزلہ نے آپکڑا تو (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے رب! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان لوگوں کو اور مجھے ہلاک فرما دیتا، کیا تو ہمیں اس (خطا) کے سبب ہلاک فرمائے گا جو ہم میں سے بیوقوف لوگوں نے انجام دی ہے، یہ تو محض تیری آزمائش ہے، اس کے ذریعے تو جسے چاہتا ہے گمراہ فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے، سو تُو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ۝ اور تو ہمارے لیے اس دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بے شک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے، ارشاد ہوا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اسے پہنچاتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہی لوگ ہی ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ۝ (یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں ۝ آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۵–۱۵۸

زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سوتم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو شانِ اُمیّت کا حامل نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاسکوo"

آپ نے غور کیا کہ پہلے بنی اسرائیل کے باب میں قومِ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، جس میں ان کے ستر اَفراد کی ہلاکت انگیز گرفت کا بیان ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی اُمت کے حق میں دُعا مذکور ہے، جس میں آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس پر باری تعالیٰ نے جواباً اِرشاد فرمایا ہے: ہر چند کہ میری رحمت ہر شے پر وسیع اور محیط ہے مگر میں اپنی رحمت سے ان متقی و مومن لوگوں کو نوازوں گا جو اس رسول اور نبیِ اُمی ﷺ کی پیروی کریں گے جس کی صفات و کمالات کا تذکرہ وہ خود تورات اور انجیل میں پڑھتے ہیں۔ سو وہ لوگ اگر اس رسولِ گرامی قدر پر ایمان لائیں گے اور اس کی محبت اور تعظیم و تکریم کو اپنائیں گے اور اُس کے دین کی پیروی کریں گے اور اُسی کے لائے ہوئے نور سے رہنمائی چاہیں گے، تو میری رحمت و مغفرت اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت ان کا مقدر بنے گی۔

گویا حضور ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد ساری خیر و رحمت کا مدار آپ ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی پر قائم کر دیا گیا ہے۔ سو حضور ﷺ کی نبوت و رِسالت پر ایمان، آپ کی نسبتِ محبت و اِتباع اور آپ ﷺ سے تعلقِ اَدب و نصرت کے بغیر نہ کسی کا سابقہ اِیمان برقرار رہا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی اُخروی نعمت و سعادت بچی، وہ بلاشک و شبہ کفر و ضلالت اور اَبدی محرومی و شقاوت کا شکار ہوگیا۔

یہی مضمون سورۃ المائدۃ میں نئے انداز کے ساتھ وارِد کیا گیا ہے۔ وہاں بھی بنی اِسرائیل کے ذکر میں پہلے یہود کا بیان آیا ہے اور بعد میں نصاریٰ کا۔ پھر باری تعالیٰ نے اِنہی اَہلِ کتاب کو مخاطب فرما کر اعلان کیا ہے کہ "اے اَہلِ کتاب! اب تمہاری طرف ہمارا وہ رسول تشریف لے آیا ہے جو سراسر نور ہے، اور آخری روشن کتاب کا حامل بھی ہے۔ اب آئندہ ہر ایک کو ہدایت بھی اسی کے ذریعے ملے گی، رضا و سلامتی کی راہیں بھی اسی سے متعلق ہیں، اب گمراہی کے اندھیروں سے بھی یہی رسول نکالے گا اور صراطِ مستقیم کی نعمت بھی اسی کے توسط پر منحصر ہے۔"

یہ پورا قرآنی مضمون ان الفاظ میں وارد ہوا ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ فَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ○ فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً‌ ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ‌ ۙ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ‌ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ○ وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ○ يٰۤـاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ‌ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ○ يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ○ (۱)

’’اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور (اس کی تعمیل، تنفیذ اور نگہبانی کے لیے) ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے، اور اللہ نے (بنی اسرائیل سے) فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی میری خصوصی مدد و نصرت تمہارے ساتھ رہے گی)، اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر (ہمیشہ) ایمان لاتے رہے اور ان (کے پیغمبرانہ مشن) کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو (اس کے دین کی حمایت و نصرت میں مال خرچ کرکے) قرضِ حسن دیتے رہے تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹا دوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے (بھی) کفر (یعنی عہد سے انحراف) کیا تو بے شک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا○ پھر ان کی اپنی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی (یعنی وہ ہماری رحمت سے محروم ہوگئے)، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا (یعنی وہ ہدایت اور اثر پذیری سے محروم ہوگئے، چنانچہ) وہ لوگ (کتابِ الٰہی کے) کلمات کو ان کے (صحیح) مقامات سے بدل دیتے ہیں اور اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ بھول گئے ہیں جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے سوائے ان میں سے چند ایک کے (جو ایمان لا چکے ہیں) سو آپ انہیں معاف فرما دیجیے اور درگزر فرمایئے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے○ اور ہم نے ان لوگوں سے (بھی اسی قسم کا) عہد لیا تھا جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں، پھر وہ (بھی) اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ فراموش کر بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ سو (اس بدعہدی کے باعث) ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ روزِ قیامت تک ڈال دیا، اور عنقریب اللہ انہیں ان (اعمال کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جو وہ کرتے رہتے تھے○ اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت

(۱) المائدة، ۵:۱۲-۱۶

سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)o اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے (کفر و جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہےo''

قرآن مجید نے ایمانی تسلسل کے اِس قاعدے کو بڑی تصریح و تاکید کے ساتھ سورۃ النساء میں بھی اِن الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًاo اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّهِیۡنًاo وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ یُؤۡتِیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًاo[1]

''بلا شبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس (ایمان وکفر) کے درمیان کوئی راہ نکال لیںo ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہےo اور جو لوگ اللہ اور اس کے (سب) رسولوں پر ایمان لائے اور ان (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان (ایمان لانے میں) فرق نہ کیا تو عنقریب وہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہےo''

ایمان کے اِسی تسلسل کا ذکر ہمیں کتبِ مُنزّلہ کے ضمن میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعۡدًا عَلَیۡهِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُo[2]

''(اللہ نے) اپنے ذِمۂ کرم پر پختہ وعدہ (لیا) ہے، تورات میں (بھی) اِنجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی)، اور کون اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے، سو (ایمان والو!) تم اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض تم نے (جان و مال کو) بیچا ہے، اور یہی تو زبردست کامیابی ہےo''

---

(۱) النساء، ۴:۱۵۰–۱۵۲

(۲) التوبة، ۹:۱۱۱

۲۔ اَہلِ کتاب میں بھی دو گروہ تھے

جب قرآن مجید کا نزول ہوگیا تو پہلی سب کتب منسوخ ہوگئیں۔ قرآن مجید چونکہ وحیِ الٰہی کا آخری ایڈیشن تھا، اِس لیے اِسے ناسخ الکتب کا درجہ دیا گیا اور اِسلام کو ناسخ الادیان کا رتبہ ملا۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا ہی تمام کتب پر ایمان شمار کیا گیا۔ سو اَہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ایمانی تسلسل کو برقرار رکھا اور اس پر ایمان لے آئے، مومن شمار ہوئے؛ جو اس کے منکر ہوگئے، کافر قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اَہلِ کتاب کے حوالے سے دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ○[1]

’’تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں○‘‘

اس آیت سے قبل بھی یہود و نصاریٰ اور اُمتِ مسلمہ کا ذکر تسلسل میں چلا آ رہا ہے، اور ان کے اَحوال کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بھی اپنے اَحوال درست رکھنے کی تنبیہ کی جا رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ○[2]

’’اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے○ جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو○‘‘

یہاں اَہلِ اِسلام کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کہیں تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح تفرقہ اور گروہ بندی کا شکار نہ ہو جانا۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ﴿كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔[3] اِسی

(۱) آل عمران، ۳:۱۱۰ (۲) آل عمران، ۳:۱۰۵-۱۰۶

(۳) ابن أبی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۷۲۸، رقم: ۳۹۴۶

اَمر کی وضاحت خود حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی فرما دی تھی، جسے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ مِلَّةً – يَعْنِي الْأَهْوَاءَ – كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ. (۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ اَہلِ کتابَین (یعنی سماوی کتب کے حامل دونوں گروہ: یہود اور نصاریٰ) اپنے دین کے بارے میں بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے، جب کہ (میری) یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ تمام فرقے جہنم کی آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے، اور وہ ’جماعت‘ (یعنی سوادِ اَعظم) ہے۔‘‘

اِن اَلفاظ کے ساتھ اِس حدیث کو اِمام اَحمد بن حنبل نے المسند (۲) میں روایت کیا ہے جب کہ اِسی حدیث کو امام ابن ماجہ نے السنن (۳) میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس کے بعد ﴿اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اِس سے مراد جمیع کفار ہیں۔ اِنہیں باری تعالیٰ قیامت کے دن ’یوم المیثاق‘ کے عہد ایمان کے بعد دُنیا میں جا کر کفر کی طرف پلٹ جانا یاد دلائے گا۔ اسے امام طبری نے اختیار کیا ہے۔ (۴)

امام حسن بصری کے نزدیک اِس سے مراد ’منافقین‘ ہیں کہ اُنہوں نے ایمان ظاہر کر کے باطن میں کفر اختیار کیا۔ (۵)

حضرت ابوامامہ کے نزدیک اس خطاب کا اشارہ ’خوارج (الحروریہ)‘ کی طرف ہے، (۶) جب کہ

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۹۲

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۰۲

(۳) ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم، ۲:۱۳۲۲، رقم:۳۹۹۳

(۴) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴:۴۰

(۵) ۱۔ ابن أبی حاتم الرازی، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۷۲۹، رقم:۳۹۵۳
۲۔ أبو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۲۵
۳۔ مکی بن أبی طالب المقری، الهدایة إلی بلوغ النهایة، ۲:۱۰۹۱
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۹۲

(۶) ۱۔ ابن أبی حاتم الرازی، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۷۲۹، رقم:۳۹۵۵
۲۔ مکی بن أبی طالب المقری، الهدایة إلی بلوغ النهایة، ۲:۱۰۹۱–۱۰۹۲

حضرت عکرمہ کے نزدیک اس سے مراد وہ 'اَہل کتاب' یعنی یہود و نصاریٰ ہیں جو اپنے انبیاء کی تصدیق کرتے تھے اور حضور ﷺ کی بعثت سے قبل نبوتِ محمدی کی بھی تصدیق کرتے تھے اور اس پر ان کا ایمان تھا۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوگئے تو وہ حضور ﷺ کی رسالت کا اِنکار کرکے کافر ہوگئے۔ اسے امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر 'الکشف والبیان' میں روایت کیا ہے۔(۱) یہی قول ابو جعفر النحاس نے 'إعراب القرآن' میں اختیار کیا ہے کہ 'انہیں بعثتِ محمدی کی بشارت دی گئی تھی اور وہ حضور ﷺ کے توسل سے فتح یابی کی دعائیں بھی کرتے تھے، قبل اَز بعثت یہی ان کا ایمان تھا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کفر اختیار کرلیا۔ امام نحاس کہتے ہیں کہ اس قولِ الٰہی کا یہی معنی ہے۔ اِسے امام مکی بن ابی طالب المقری نے اپنی تفسیر 'الهداية إلى بلوغ النهاية' میں روایت کیا ہے اور اسے کئی دیگر مفسرین نے بھی بیان کیا ہے۔(۲) الغرض بعثتِ محمدی کے بعد اگر کوئی شخص یا طبقہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لایا تو اس کے پچھلے ایمان کا کوئی اِعتبار نہ رہا اور وہ کفر میں بدل گیا۔

۳۔ سب اَہلِ کتاب ایک جیسے نہ تھے

اِس بارے میں قرآن مجید کے واضح اِرشادات ہیں، جن میں سے چند ایک ملاحظہ کیجیے:

لَيْسُوْا سَوَآءًؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ○(۳)

''یہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سر بسجود رہتے ہیں○ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں، اور یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں○ اور یہ لوگ جو نیک کام بھی کریں اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے○''

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کے دو قول ہیں:

ایک: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ:

لَيْسَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ وَالْيَهُوْدُ سَوَاءً.(۴)

(۱) ابو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۲۵

(۲) مکی بن ابی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲:۱۰۹۱

(۳) آل عمران، ۳:۱۱۳–۱۱۵ (۴) ابن الجوزی، زاد المسیر، ۱:۴۲۲

''اُمتِ محمدیہ اور یہودی (یعنی اَہلِ کتاب) ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔''

امام ابن الجوزی کے مطابق یہی قول السدی نے اختیار کیا ہے۔ اس قول کے مطابق اس آیت میں اُمتِ محمدی کے فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا: قولِ مشہور ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے اور اسے امام ابن جریر طبری اور امام ابو اِسحاق نے بھی اختیار کیا ہے۔

ابن جریر طبری اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

لَيْسُوا مُتَعَادِلِينَ، وَلٰكِنَّهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الصَّلَاحِ وَالْفَسَادِ وَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ. ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾[1] لِأَنَّ فِيهِ ذِكْرَ الْفَرِيقَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمَا اللهُ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥﴾،[2] ثُمَّ أَخْبَرَ جَلَّ ثناؤُهُ عَنْ حَالِ الْفَرِيقَيْنِ، عِنْدَهُ، الْمُؤْمِنَةِ مِنْهُمَا وَالْكَافِرَةِ، فَقَالَ: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ أَيْ لَيْسَ هٰؤُلَاءِ سَوَاءً، الْمُؤْمِنُونَ مِنْهُمْ وَالْكَافِرُونَ، ثُمَّ ابْتَدَأَ الْخَبَرَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ عَنْ صِفَةِ الْفِرْقَةِ الْمُؤْمِنَةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَمَدَحَهُمْ وَأَثْنٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ مَا وَصَفَ الْفِرْقَةَ الْفَاسِقَةَ مِنْهُمْ. فَقَالَ: ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ٥﴾ – الْآيَاتِ الثَّلَاثِ، إِلَى قَوْلِهِ: – ﴿وَاللهُ عَلِيْمٌ م بِالْمُتَّقِيْنَ٥﴾[3]. [4]

''یہ لوگ (اپنے نظریات وعقائد میں) یکساں نہیں ہیں بلکہ اِصلاح، فساد انگیزی، بھلائی اور برائی میں ایک دوسرے سے مختلف (ومتفاوت) ہیں۔ ﴿یہ سب برابر نہیں ہیں﴾ کیونکہ اس میں اَہلِ کتاب کے دو گروہوں کا ذکر ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے: ﴿اور اگر اَہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں٥﴾۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے اَحوال کا ذکر فرمایا ہے یعنی ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔ پس فرمایا: ﴿یہ سب برابر نہیں ہیں﴾ یعنی یہ لوگ ایک جیسے نہیں ہیں؛ ان میں مومنین بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومن گروہ کے اَوصاف کے بیان سے آغاز کرتے ہوئے ان کی تعریف اور ثنا فرمائی ہے بعد اس کے کہ اِن میں سے فاسق گروہ کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: ﴿اَہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سربسجود رہتے ہیں٥﴾۔ تین

(۱) آل عمران، ۳:۱۱۳
(۲) آل عمران، ۳:۱۱۰
(۳) آل عمران، ۳:۱۱۳–۱۱۵
(۴) ابن جریر الطبری، جامع البیان، ۴:۵۱

آیات تک بیان کرکے اِرشاد فرمایا: ﴿اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے0﴾۔“

آخر میں امام طبری نے اپنی ترجیح یوں بیان کی ہے:

وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ أَوْلَى الْقَوْلَيْنِ بِالصَّوَابِ فِي ذٰلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ: قَدْ تَمَّتِ الْقِصَّةُ عِنْدَ قَوْلِهِ: ﴿لَيْسُوا سَوَآءً﴾[1] عَنْ إِخْبَارِ اللهِ بِأَمْرِ مُؤْمِنِي أَهْلِ الْكِتَابِ، وَأَهْلِ الْكُفْرِ مِنْهُمْ، وَأَنَّ قَوْلَهُ: ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾[2] خَبَرٌ مُبْتَدَأٌ عَنْ مَدْحِ مُؤْمِنِيهِمْ، وَوَصْفِهِمْ بِصِفَتِهِمْ، عَلَى مَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَقَتَادَةُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ.[3]

”اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اِن دو اَقوال میں سے صائب و راجح قول اُس شخص کا ہے جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿یہ سب برابر نہیں ہیں﴾ سے یہ قصہ بالکل واضح ہوچکا ہے۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومنوں اور اَہلِ کتاب کے کافروں کے اَمر کی خبر دے دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿اَہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر (بھی) قائم ہیں﴾ اُن (اَہلِ کتاب) مومنوں کی خبر دے رہا ہے جن کی مدح اور اَوصاف بیان کیے گئے ہیں؛ جیسا کہ حضرت ابن عباس، قتادہ اور ابن جریج کا قول ہے۔“

اِسی قول کو سعید بن جبیر اور عکرمہ نے روایت کیا ہے، اَخفش اور الزجاج نے بھی اِسی کی تائید کی ہے[4] اور کہا ہے: چونکہ اِس آیت سے قبل اہل کتاب کے کفر، قتل انبیاء، بغاوت و حسد، تکبر، ذلت و مسکنت اور دیگر برے اَقوال و اَعمال کا تذکرہ آ رہا تھا، سو اس بیان کے بعد اب باری تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کے کفر اور اَعمالِ قبیح کا ذکر سن کر یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ سارے ہی ایسے تھے۔ اب وضاحت فرمائی کہ سب اَہلِ کتاب ایک جیسے نہیں تھے۔ ان میں ایک طبقہ مومنین و صالحین کا بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نواہی پر قائم ہے۔ اپنے انبیاء کی عطا کردہ شریعت اور اَحکام و تعلیمات کا صحیح طور پر پیروکار ہے، وہ راتوں کو قیام کرتے ہیں، کثرت سے تہجد پڑھتے ہیں، آیاتِ اِلٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں اور حضورِ اِلٰہ میں سجدہ ریزیاں کرتے ہیں۔

اَکثر مفسرین نے ابن عباس، سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول پر یہی معنی اختیار کیا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اِشارہ اَہلِ کتاب کے اُن اَحبار کی طرف ہے جنہیں انہی روحانی خوبیوں اور ایمانی برکتوں کے باعث بالآخر حضور ﷺ پر ایمان لے آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔[5] ان میں عبداللہ بن سلام، اسد بن عبید، ثعلبہ بن

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۱۳ (۲) آل عمران، ۳:۱۱۳

(۳) ابن جریر الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴:۵۳

(۴) ۱۔ مکّی بن أبی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲:۱۱۰۰

۲۔ أبو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۳۰

(۵) مکّی بن ابی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۲:۱۰۹۹–۱۱۰۰

سعید، ثعلبہ بن سلام، اسید بن سعید اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والے کئی اور اَفرادِ اَہلِ کتاب بھی شامل ہیں، ان کے قبولِ اِسلام کے موقع پر ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

امام ابو اسحاق ثعلبی اپنی تفسیر 'الکشف و البیان' میں عطا بن اَبی رباح کا قول نقل کرتے ہیں کہ اَہلِ کتاب کے جن مومن و صالح اَفراد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان میں اَہلِ نجران کے عربوں سے چالیس سے زائد اَفراد شامل تھے، جبکہ حبشہ سے بتیس اور روم سے نو اَفراد شامل تھے، اور یہ سب نصاریٰ یعنی دینِ عیسوی کے پیروکار تھے۔(۱)

اِسی طرح حضور ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے قبل ان میں اَہلِ کتاب اَنصار میں سے بھی کچھ لوگ شامل تھے: اَسعد بن زرارہ، البراء بن معرور، محمد بن مسلمہ، ابوقیس ہرمہ بن انس بھی انہی میں سے ہیں۔ یہ پہلے ہی سے عقیدۂ توحید پر قائم تھے۔ جنابت کے بعد غسل کرتے تھے اور شرائعِ حنفیہ کو مانتے تھے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو یہ لوگ اِسی تسلسل میں حضور ﷺ پر ایمان لے آئے، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت اِختیار کی۔(۲) اس معنی کی واضح تائید قرآن مجید کی درج ذیل ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝(۳)

''اور بے شک کچھ اَہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی (ایمان لاتے ہیں) جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۝''

ان تمام آیاتِ قرآنی کا ماحصل یہ ہے کہ اُممِ سابقہ اور بالخصوص اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) میں حضور ﷺ کی بعثت کے وقت مومن، فاسق اور کافر ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ اس کا اِنحصار اِس اَمر پر تھا کہ کون کتنا تورات و اِنجیل کی صحیح تعلیمات پر قائم ہے اور کون کتنا منحرف ہو چکا ہے، کون کس قدر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح ہدایات پر عمل پیرا ہے اور کون کس قدر رُوگردانی کر چکا ہے، کون کہاں تک ایمانی تسلسل کے عمل کے لیے بعثتِ محمدی کی بشارتوں پر قائم ہے اور کون تحریفِ کتب اور تغیرِ عقائد کے اَثرات قبول کر کے حسد، تکبر اور انکار و جحود کی کیفیات کا شکار ہو چکا ہے۔ الغرض یہ تمام تقسیم بعثتِ محمدی سے قبل بھی موجود تھی۔

(۱) أبو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۳۰

(۲) أبو اسحاق الثعلبی، الکشف والبیان، ۳:۱۳۲

(۳) آل عمران، ۳:۱۹۹

جب حضور ﷺ کی بعثت ہوگئی اور تمام لوگ بلا تفریق حضور ﷺ پر ایمان لانے کے پابند ہوگئے تو جملہ تقسیمات ختم ہوگئیں۔ اب صرف ایک ہی تقسیم رہ گئی اور وہ یہ کہ جو رسول آخر الزماں ﷺ پر ایمان لے آیا، مومن قرار پا گیا اور جس نے انکار کر دیا، کافر ہوگیا۔

اس لیے سورۂ آل عمران کی آیات نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۵ (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) کے متصلاً بعد ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ (۱)

”یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے نہ ان کے مال انہیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ جہنمی ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝“

ربط بین الآیات کے تفسیری اُصول سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بعثتِ محمدی سے قبل بعض اَہلِ کتاب خواہ کتنے ہی مومن و صالح کیوں نہ تھے اگر وہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو کافر قرار پا گئے۔ اس آیت میں ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ کے کلمات کی نسبت دو قول ہیں: مجاہد کا قول ہے کہ اس میں کفار ومشرکینِ مکہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ مقاتل کا قول ہے کہ اس میں اَہلِ کتاب کے فاسق طبقہ کی طرف اشارہ ہے۔ (۲)

ابن جریر نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَهٰذَا وَعِيدٌ مِنَ اللهِ ﷻ لِلْأُمَّةِ الْأُخْرَى الْفَاسِقَةِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، الَّذِينَ أَخْبَرَ عَنْهُمْ بِأَنَّهُمْ فَاسِقُونَ وَأَنَّهُمْ قَدْ بَاءُوا بِغَضَبٍ مِنْهُ، وَلِمَنْ كَانَ مِنْ نُظَرَائِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ عِنْدِ اللهِ. يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهُ: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ (۳) يَعْنِي الَّذِينَ جَحَدُوا نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَكَذَّبُوا بِهِ، وَبِمَا جَاءَهُمْ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ؛ ﴿لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ۝﴾ (۴) (۵)

---

(۱) آل عمران، ۳:۱۱۶

(۲) ۱۔ مقاتل بن سلیمان، التفسیر، ۱:۱۵۸

۲۔ ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۱:۴۴۵

(۳) آل عمران، ۳:۱۰

(۴) آل عمران، ۳:۱۰

(۵) ابن جریر الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴:۵۷

''اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَہلِ کتاب کے دوسرے فاسق گروہ کے لیے وعید ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ وہ فاسق ہیں اور اِس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ وعید اُنہی کی طرح کے دوسرے کفّار کے لیے بھی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرتے ہیں، اور جو کچھ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بے شک جنہوں نے کفر کیا﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کا اِنکار کیا اور آپ ﷺ کو اور جو کچھ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اُسے جھٹلایا۔ ﴿بے شک جنہوں نے کفر کیا نہ ان کے مال انہیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۝﴾۔''

اِسی تفسیر کو امام مکی بن ابی طالب المقری نے 'الهداية إلى بلوغ النهاية' میں، امام ابوالحسن الواحدی نے 'الوسیط' میں، امام نیشا پوری نے 'الغرائب' میں، امام ابو حیان نے 'البحر المحیط' میں اور امام قرطبی نے 'الجامع لأحکام القرآن' میں اختیار کیا ہے۔ وہ مقاتل کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اَہلِ کتاب کے مومنین کا ذکر کر دیا تو سیاق و سباق یہی تقاضا کرتا تھا کہ اب اَہلِ کتاب ہی کے کفار کا ذکر کیا جاتا، سو اس مقام پر ان کا بیان آ گیا ہے۔

تیسرا قول منافقین کی نسبت بھی آیا ہے، مگر یاد رہے کہ منافقین بھی مدینے کے اَہلِ کتاب میں سے ہی وجود میں آئے تھے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟

قرآن و سنت کے وسیع اور عمیق مطالعے سے یہود و نصاریٰ کی نسبت دو قسم کے اَحکام صراحت کے ساتھ ملتے ہیں:

ایک: ان کے عدمِ قبولِ اِسلام کے باعث کفر کا حکم۔

دوسرا: دیگر کفار و مشرکین سے ان کی شرعی حیثیت کے مختلف ہونے کا حکم۔

اب ہم دونوں اِعتبار سے اس امر کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) یہود و نصاریٰ کی نسبت عدمِ قبولِ اِسلام کے باعث کفر کا حکم

جہاں تک اس پہلو کا تعلق ہے، یہ ہرگز مختلف فیہ نہیں ہے۔ ہم اسے صراحت و وضاحت کے ساتھ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ، چونکہ اَہلِ کتاب ہیں، سو یہ دونوں طبقات اَصلاً کفار و مشرکین میں سے

نہیں تھے۔ یہ بنیادی طور پر تمام انبیاء و رسل کی اُمتوں کی طرح اُمتِ مسلمہ کا تسلسل تھے۔ یہود، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہیں۔ وہ اَصلاً بنی اسرائیل تھے مگر بعد میں ان کے لیے یہی نام معروف ہوگیا۔

یہود کا معنیٰ:

عربی زبان میں هَادَ يَهُودُ هَوْدًا کے معنیٰ 'توبہ کرنا اور حق کی طرف رجوع کرنا' کے آئے ہیں۔ اَلتَّهَوُّد بھی 'توبہ اور عملِ صالح' کے لیے بولا جاتا ہے، اسی طرح اَلتَّهَوُّد اور اَلتَّهْوِيْد بالترتیب 'چلنے میں نرمی اور سکون' کے لیے اور 'گفتگو میں سکون اور دھیما پن' کے لیے بولے جاتے ہیں۔ اَلْمُهَاوَدَة 'مصالحت' کے معنیٰ میں آتا ہے۔[(۱)] بدقسمتی سے ان کا تاریخی کردار ان سب معانی کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لفظ کی اصل قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے:

اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْکَ.[(۲)]

''بے شک ہم تیری طرف تائب و راغب ہو چکے۔''

اِس لحاظ سے یہ اسم مدح تھا مگر ان کی شریعت کے منسوخ ہو جانے کے بعد ان کے لازمی نام اور پہچان کے طور پر معروف ہوگیا، خواہ اس میں مدح باقی نہ بھی رہی ہو۔ اسی طرح نصاریٰ کا لفظ بھی اصل میں ﴿مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللهِ﴾ اور ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ﴾[(۳)] سے مشتق ہے جو اُن کی شریعت کے منسوخ ہو جانے کے بعد ان کا لازمی نام اور پہچان بن گیا۔ اس لیے قرآن میں ان دونوں کا تذکرہ ان ناموں کے ساتھ آیا ہے۔

جب ان طبقات نے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام 'اِسلام' کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت اور قرآن مجید کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تو بالاتفاق کافر ہوگئے۔ مزید یہ کہ اُنہوں نے اپنی کتاب اور عقیدۂ توحید میں بھی تحریف کر ڈالی اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اُلوہیت و اِبنیت کا عقیدہ وضع کر لیا، پھر عقیدۂ توحید کی باطل تعبیر 'تثلیث' کے نام سے اپنالی، یہ سب اُمور بھی ان کے کفر کا باعث بنے۔ قرآن مجید سے اس کی تائید یوں ملتی ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِکُ مِنَ اللهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِکَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط وَ لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللهِ

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳: ۴۳۹–۴۴۰

۲۔ ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، ۶: ۱۷

(۲) الأعراف، ۷: ۱۵۶ (۳) آل عمران، ۳: ۵۲

وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ○ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَاجَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ○(۱)

’’بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی (تو) ہے، آپ فرما دیں: پھر کون (ایسا شخص) ہے جو اللہ (کی مشیت میں) سے کسی شے کا مالک ہو؟ اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا (تو اس کے فیصلے کے خلاف انہیں کون بچا سکتا ہے؟) اور آسمانوں اور زمین اور جو (کائنات) ان دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے○ اور یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ فرما دیجیے: (اگر تمہاری بات درست ہے) تو وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جن (مخلوقات) کو اللہ نے پیدا کیا ہے تم (بھی) ان (ہی) میں سے بشر ہو (یعنی دیگر طبقات انسانی ہی کی مانند ہو)، وہ جسے چاہے بخشش سے نوازتا ہے اور جسے چاہے عذاب سے دو چار کرتا ہے، اور آسمانوں اور زمین اور وہ (کائنات) جو دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور (ہر ایک کو) اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے○ اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ آخر الزمان) رسول (ﷺ) پیغمبروں کی آمد (کے سلسلے) کے منقطع ہونے (کے موقع) پر تشریف لائے ہیں، جو تمہارے لیے (ہمارے احکام) خوب واضح کرتے ہیں، (اس لیے) کہ تم (عذر کرتے ہوئے یہ) کہہ دوگے کہ ہمارے پاس نہ (تو) کوئی خوشخبری سنانے والا آیا ہے اور نہ ڈر سنانے والا۔ (اب تمہارا یہ عذر بھی ختم ہو چکا ہے کیوں کہ) بلاشبہ تمہارے پاس (آخری) خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا (بھی) آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے○‘‘

اِسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○(۲)

’’بے شک ایسے لوگ (بھی) کافر ہوگئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے، حالاں کہ معبودِ یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اگر وہ ان (بیہودہ باتوں) سے جو وہ کہہ رہے ہیں باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا○‘‘

(۱) المائدة، ۵:۱۷-۱۹ (۲) المائدة، ۵:۷۳

'صحیح مسلم' میں بھی اِس اَمر کی صراحت آئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ! لَا یَسْمَعُ بِی أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ یَهُودِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ، ثُمَّ یَمُوتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِی أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. (۱)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اِس اُمت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے - خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی - پھر وہ شخص مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا حق دار نہیں ہوگا۔''

اِس لحاظ سے تمام غیر مسلم طبقات - خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا دیگر کفارِ مشرکین و غیر مشرکین جنہوں نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو قبول نہیں کیا۔ سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

(۲) یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و مشرکین میں تفریق کا حکم

اب اِس مسئلے کا دوسرا رُخ آتا ہے جس کے سمجھنے میں کئی لوگوں کو اِشکال وارِد ہوا ہے اور اس کی بعض جہتوں پر ائمہِ مذاہب میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ (ہم نے اِس باب میں اِمام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب اپنایا ہے جس کی تفصیلات آگے آئیں گی۔) یہ گوشہ خوب غور طلب ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اِس وقت مذاہبِ عالم میں صرف دو طبقات 'یہود و نصاریٰ' ہی ایسے ہیں جنہیں عقائد کی جملہ خرابیوں کے باوجود 'اَہلِ کتاب' یعنی People of the Book یا Believers of the Book کا درجہ حاصل ہے۔ یہ درجہ انہیں خود قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ نے دیا تھا۔ اِس معاملے میں چند سوالات کا جواب نہایت ضروری ہے۔

پہلا سوال: یہ کہ ان کے عقائد میں توحید کی جگہ تثلیث آچکی ہے جو کہ صریح شرک کی ایک صورت ہے، کیا اس کے باوجود وہ اَہلِ کتاب ہی رہیں گے؟ اس کا جواب اِثبات میں ہے۔ آج تک ائمہ دین اور فقہاء اسلام میں سے کسی نے بھی بنابریں ان کے اَہلِ کتاب ہونے سے اختلاف نہیں کیا کیونکہ یہ نص قرآن سے ثابت ہے۔

یاد رہے کہ نصاریٰ (عیسائیوں) کے عقائد میں 'تثلیث' کا تصور عہدِ رسالت مآب ﷺ کے بعد یا آج کے دور میں داخل نہیں ہوا۔ یہ بعثتِ محمدی اور نزولِ قرآن کے زمانہ سے بہت پہلے ان کے عقائد کا حصہ بن چکا تھا۔ اس لیے قرآن مجید نے جابجا اس کی تردید کی ہے اور واضح ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملته، ۱:۱۳۴، رقم:۱۵۳

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وقف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ.(۱)

''پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں۔''

اِس کے باوجود قرآن مجید میں انہیں 'اَہلِ کتاب' ہی کا درجہ دیا گیا۔ یہ نام ان کے عقائد کی درستگی یا خرابی سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان کی مذہبی اَصل سے ہے۔ چونکہ وہ تورات اور اِنجیل کو ماننے والے تھے اور اَصلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت تھے؛ سو انہیں اُن کفار و مشرکین سے الگ شناخت دے دی گئی جو سرے سے نہ آسمانی وحی کے قائل تھے، نہ کسی الہامی کتاب کے، نہ کسی پیغمبر اور اس کی شریعت کو مانتے تھے؛ نہ بعث بعد الموت اور روزِ قیامت کو، نہ جزا وسزا اور جنت و دوزخ کو، نہ ملائکہ کے وجود کو اور نہ ہی تقدیرِ الٰہی کو مانتے تھے۔ یا یہ کہ وہ بنیادی طور پر بت پرست، ستارہ پرست، آتش پرست یا مظاہر پرست تھے اور شروع سے ہی توحید کے بجائے شرک کی راہ پر گامزن تھے۔ اُنہوں نے پیغامِ الٰہی کو اصلاً قبول ہی نہیں کیا تھا جبکہ یہود و نصاریٰ، اپنے عقائد کی ساری خرابیوں کے باوجود ان تمام اعتقادی اُصولوں پر اصلاً ایمان رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ ان کے کفر کا سبب صرف بعثتِ محمدی کا انکار کرنا اور عقائد میں بگاڑ کا داخل کر دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے کفار و مشرکینِ مکہ کو یا ستارہ پرستوں اور مجوسیوں کو یا دیگر مشرکوں کو کہیں بھی 'اَہلِ کتاب' نہیں کہا کیونکہ وہ صاحبانِ کتاب تھے ہی نہیں۔ یہ لقب قرآن مجید میں بھی اور حدیثِ نبوی ﷺ میں بھی صرف اِنہی دو طبقات کے لیے خاص رہا ہے جب کہ وہ عقیدۂ تثلیث کو نزولِ قرآن سے بہت پہلے ہی اپنا چکے تھے۔

دوسرا سوال: یہ کہ ان کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اُلوہیت اور اِبنیت (خدا اور خدا کا بیٹا ہونے) کا تصور بھی واضح طور پر آچکا ہے۔ یہ بھی کفر و شرک ہے۔ کیا اس صورت میں بھی وہ 'اَہلِ کتاب' ہی رہیں گے؟ اس کا جواب بھی اثبات میں ہے۔ تفصیل پہلے سوال کے جواب میں آچکی ہے۔ ان کے ہاں اِبنیت و اُلوہیتِ مسیح کا عقیدہ بھی نزولِ قرآن اور بعثتِ محمدی ﷺ سے پہلے موجود تھا۔ اِس وجہ سے اِس عقیدے کا ردّ بھی قرآن مجید میں جابجا آیا ہے، جیسا کہ اِرشادِ ربانی ہے:

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ.(۲)

''وہ کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی (تو) ہے۔''

اِسی طرح یہود و نصاریٰ، دونوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ج

(۱) النساء، ۴:۱۷۱

(۲) المائدۃ، ۵:۱۷

يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ط قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ج اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ○ (۱)

''اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا (لغو) قول ہے جو اپنے مونہہ سے نکالتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہت (اختیار) کرتے ہیں جو (ان سے) پہلے کفر کر چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں○''

معلوم ہوا کہ اِس اِعتقادی خرابی کے باعث ان سے 'اَہلِ کتاب' ہونے کی حیثیت واپس نہیں لی گئی۔ قرآن نے اسے برقرار رکھا۔

تیسرا سوال: تورات اور انجیل میں تحریف کا ہے کہ جن کتابوں کو یہ لوگ آج مانتے ہیں، وہ حقیقی اور اصلی کتابیں نہیں جو نازل ہوئی تھیں بلکہ محرف اور متبدل ہیں۔ سو واضح رہے یہ معاملہ بھی نیا نہیں۔ ان کی کتابوں میں تحریف، نزولِ قرآن اور بعثتِ محمدی ﷺ سے تین صدیاں پہلے ہوچکی تھی۔ یہ تاریخ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں جابجا آیا ہے۔ ارشاد ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ لا وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ. (۲)

''وہ لوگ (کتابِ الٰہی کے) کلمات کو ان کے (صحیح) مقامات سے بدل دیتے ہیں اور اس (رہنمائی) کا ایک (بڑا) حصہ بھول گئے ہیں جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔''

مزید اِرشادِ ربانی ہے:

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ م بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ (۳)

''جب کہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے (بھی) تھے کہ اللہ کا کلام (تورات) سنتے پھر اسے سمجھنے کے بعد (خود) بدل دیتے حالاں کہ وہ خوب جانتے تھے (کہ حقیقت کیا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں)○''

اِسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ○ (۴)

''پس ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کمالیں، سو ان کے لیے اس (کتاب کی وجہ) سے ہلاکت ہے

(۱) التوبة، ۹:۳۰
(۲) المائدة، ۵:۱۳
(۳) البقرة، ۲:۷۵
(۴) البقرة، ۲:۷۹

جو ان کے ہاتھوں نے تحریر کی اور اس (معاوضہ کی وجہ) سے تباہی ہے جو وہ کما رہے ہیں o‘‘

چنانچہ اِن تمام کتابی تحریفات اور اِعتقادی خرافات کے باوجود جب ان کا ’اَہلِ کتاب‘ ہونا قرآن و سنت نے برقرار رکھا ہے تو ہم اس میں کیسے تامل کر سکتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ کو قرآن مجید میں ۳۱ مرتبہ ’اَهْلُ الْكِتَاب‘ کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے، جبکہ ۱۶ مرتبہ ’الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب‘ کہہ کر اور ۸ مرتبہ ’اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَاب‘ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کو انہی عقائد و اَعمال کے مجموعے کے ساتھ نہ صرف ’اَہلِ کتاب‘ تسلیم کیا ہے بلکہ اس عنوان کی تسلسل کے ساتھ توثیق کی ہے۔ اِسی طرح حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتب میں تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) سے زائد مرتبہ ان کا ذکر ’اَہلِ کتاب‘ کے عنوان سے آیا ہے۔ جب کہ مذاہبِ اَربعہ کی کتبِ فقہ اور کتبِ عقائد میں پندرہ ہزار (۱۵،۰۰۰) سے زائد مرتبہ اسی عنوان سے ان کا ذکر ملتا ہے۔ (میں نے یہ تعداد اُن کتب سے لی ہے جو اِس وقت کینیڈا کے قیام کے دوران میری دسترس اور مطالعہ میں ہیں، ورنہ عدد اس سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔) اس بات کا ذکر صرف یہ نکتہ سمجھانے کے لیے کیا ہے کہ اَحادیثِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہ و تابعین، اَقوالِ سلف الصالحین اور اَکابر علماء و فقہاءِ اُمت کی تصنیفات میں انہیں ابنیت، اُلوہیت اور تثلیث وغیرہ جیسی اِعتقادی تحریفات وخرافات کے باوجود ہمیشہ ’اَہلِ کتاب‘ ہی لکھا گیا ہے۔ پندرہ صدیوں پر مشتمل اِسلامی تاریخ میں کسی ایک عالم اور فقیہ نے بھی ان کے لیے اِس عنوان کے حوالے سے اختلاف نہیں کیا۔ آج اس قسم کی بحث کو جنم دینا درحقیقت قرآن و سنت کی تعلیمات اور پوری اِسلامی تاریخ کو ردّ کرنے کے مترادف ہے۔

۵۔ اَدیانِ عالم کی تقسیم اور اِس میں یہود و نصاریٰ کا مقام

یہ سوال علمی، اِعتقادی اور فقہی ہر اِعتبار سے اَہم ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اِس باب میں دو طرح کی تقسیمات پائی جاتی ہیں:

ایک: اَدیانِ عالم کی تاریخ اور بین الاقوامی زاویۂ نگاہ پر مبنی تقسیم۔

دوسری: دینِ اِسلام کے ردّ و قبول پر مبنی تقسیم۔

دونوں طریقے درست ہیں۔ ایک تاریخی ہے، دوسرا اعتقادی۔ کسی ایک کا دوسرے سے کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے طریقے پر مبنی تقسیم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اِنسان کا زاویہ نگاہ بین الاقوامی ہو، وہ تقابلِ اَدیان کا طالب علم ہو، اس لیے کہ پوری دنیا میں شرق سے غرب تک، عالم اِسلام سمیت، جہاں بھی اَدیانِ عالم کا تقابلی مطالعہ کروایا جا رہا ہے اور اس پر لکھا جا رہا ہے وہ تقسیمِ اَدیان کا عالمی اور تاریخی زاویہ نگاہ ہی ہے۔ اِس پر مسلم علماء و مفکرین اور غیر مسلم مفکرین میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اِس

تقسیم کی سمجھ اگر پاک و ہند کے بعض مذہبی حلقوں کو نہ آئے تو اس کا سبب صرف عالمی نقطہ نگاہ کا فقدان ہے۔ ہمارے کچھ علما محض اپنے اپنے مخصوص اور محدود ماحول میں بند رہتے ہیں، وہ دینِ اسلام کے اندر بین المسالک رابطہ و مکالمہ (intra-faith dialogue) سے بھی کوسوں دور ہوتے ہیں، چہ جائیکہ وہ بین الاقوامی سطح پر بین المذاہب رابطہ و مکالمہ (interfaith dialogue) تک اپنا دامنِ فکر اور زاویہ نگاہ وسیع کریں۔ اِس وسعتِ فکر و نظر کے فقدان کے باعث بعض اَوقات ایک ہی حقیقت کا دوسرا رُخ سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے حالاں کہ دونوں طریقوں کی اَصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اب ہم براہِ راست مسئلہ تقسیمِ اَدیان کی طرف آتے ہیں۔

(ا) تاریخی تقسیم پر قرآنی بیان

تاریخی اِعتبار سے اَدیانِ عالم کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: اِلہامی مذاہب اور غیر اِلہامی مذاہب۔ اِنہیں سامی اَدیان اور غیر سامی اَدیان بھی کہتے ہیں۔

(الف) اِلہامی (سامی) مذاہب

اِلہامی (سامی) مذاہب میں وہ اَدیان شامل ہیں جو اَصلاً وحیِ اِلٰہی اور کسی رسول کی بعثت سے تشکیل پذیر ہوئے تھے اور ان کے ماننے والے کسی نہ کسی آسمانی کتاب اور ملّت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے عقائد میں اَصلاً توحید و رِسالت کا بنیادی تصور، نزولِ وحی اور کتبِ سماوی کے اِقرار سمیت آخرت اور بعث بعد الموت، وجودِ ملائکہ، تقدیرِ اِلٰہی، جزا و سزا، جنت وجہنم، حساب و کتاب اور مغفرت و شفاعت ایسے معتقدات شامل ہیں۔ اگرچہ مرورِ زمانہ کے باعث اِن میں سے بعض میں تحریف ہوگئی ہو اور عقائد کی تعبیر وتشریح میں بگاڑ آ گیا ہو یا اِن میں عقائدِ باطلہ اور اَعمالِ سیئہ کا اِضافہ ہوگیا ہو، مگر اِن سب باتوں کے باوُجود وہ دعویٰ اِسی کتاب، ملّت اور شریعت کا کرتے ہوں۔ ان میں بالترتیب یہودیت (Judaism)، عیسائیت (Christianity) اور اِسلام (Islam) تینوں اَدیان شامل ہیں اور اِن کے ماننے والے بالترتیب یہود (Jews)، نصاریٰ (Christians) اور مسلمان (Muslims) کہلاتے ہیں۔ اِس تقسیم میں انہیں دیگر غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب سے جدا سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک طبقہ کسی نہ کسی آسمانی کتاب اور شریعت پر عقیدہ اور یقین رکھتا ہے اور اس کے ماننے کا دعویٰ کرتا ہے - جیسے مسلمان قرآن پر، یہودی تورات پر اور عیسائی اِنجیل پر عقیدہ رکھتے ہیں یا عقیدہ رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں - اِس وجہ سے یہ تینوں طبقات Believers of the Book کہلاتے ہیں۔ اِن تینوں مذاہب کو 'اِبراہیمی اَدیان (Abrahamic Religions)' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ تینوں سیدنا اِبراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سلسلۂ اِبراہیمی کی اِسرائیلی شاخ سے مبعوث ہوئے جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سلسلۂ ابراہیمی کی اِسماعیلی شاخ سے ہوئی ہے۔ گویا تینوں اَدیان کے

ماننے والوں کا مذہبی نسب نامہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام پر جا کر مل جاتا ہے۔ اِس وجہ سے یہ تینوں اَدیان تقسیم کی ایک سمت میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(ب) غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب

دوسری طرف وہ تمام غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب آتے ہیں جن کی تشکیل اَصلاً آسمانی وحی، اِلہامی شریعت یا کسی پیغمبر کی بعثت سے نہیں ہوئی، نہ ان مذاہب کی بنیاد کسی آسمانی کتاب پر ہے اور نہ ہی وہ ملتِ توحید کے دعوے دار ہیں۔ ان کے ہاں نزولِ وحی، آسمانی کتب وصحائف، بعثتِ رُسل، ملائکہ، قیامت و آخرت، تقدیرِ اِلٰہی، بعث بعد الموت ایسے عقائد پر سرے سے ایمان ہی موجود نہیں ہے جو کہ اِلہامی (سامی) مذاہب میں اُصولی طور پر مشترک تھے۔

اِس کے برعکس ان کا عقیدہ اَصلاً کفر و شرک پر قائم ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ سے دعوتِ انبیاء کو ٹھکراتے رہے۔ وحیِ اِلٰہی اور آیاتِ ربانی کو (معاذ اللہ) انبیاء کی من گھڑت ایجادات اور ذاتی اختراعات سمجھتے رہے۔ ان پر نازل ہونے والی کتابوں اور صحیفوں کو اَباطیل اور اَساطیر الاوّلین کہتے رہے، نہ وہ بھیجنے والے خدا کے قائل تھے اور نہ کسی بھیجے گئے نبی اور رسول کے۔ وہ روزِ اَوّل سے ہی منکرینِ توحید و رسالت تھے، شروع سے ہی ان کے مذہب کی بنیاد شرک پر تھی یا اِنسان کے خود ساختہ خیالات، تصورات اور نظریات پر، ان مذاہب کے پیروکار چونکہ کسی بھی آسمانی کتاب اور شریعت کے ماننے والے نہیں ہیں اس لیے انہیں غیر اَہلِ کتاب یا Non-Believers کہا جاتا ہے۔

اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ فرق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ باری تعالیٰ نے ہر دو طبقات کا ذِکر جدا جدا طریقے سے کیا ہے۔ دونوں کے عقائد و نظریات اور اِسلام یا پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِختلاف و اِنکار کی بنیادیں بھی بالکل مختلف بیان کی گئی ہیں، جس سے دونوں قسموں کے مذاہب میں بنیادی فرق خوب اُجاگر ہو جاتا ہے۔ اَب ہم اِسی موضوع کے حوالے سے قرآن مجید کے بعض متعلقہ مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۲) قرآن میں اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے تذکرے کا انداز

قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اَہلِ اِسلام اور یہود و نصاریٰ کا ذکر اور ان سب کی مقدس کتابوں کا ذکر ایک ہی تسلسل کے طور پر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اِسلام کے علاوہ اِلہامی (سامی) مذاہب صرف دو ہیں، جن کے پیروکار 'اَہلِ کتاب' کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید نے تینوں مذاہب کا ذکر اکٹھا کر کے اُصولی اور تاریخی لحاظ سے ان تینوں کو تقسیمِ اَدیان کی ایک سمت میں جمع کر دیا ہے۔

۱۔ ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ○(۱)

"اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ (قرآن اس لیے نازل کیا ہے) کہ تم کہیں یہ (نہ) کہو کہ بس (آسمانی) کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر اتاری گئی تھی اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے○"

۲۔ اِسی طرح سورۃ التوبہ میں تینوں کا نام وعدۂ اِلٰہی کے طور پر اکٹھا مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○(۲)

"بے شک اللہ نے اہلِ ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال، ان کے لیے (وعدۂ) جنت کے عوض خرید لیے ہیں، (اب) وہ اللہ کی راہ میں (قیامِ اَمن کے اعلیٰ تر مقصد کے لیے) جنگ کرتے ہیں، سو وہ (دورانِ جنگ) قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل کیے جاتے ہیں۔ (اللہ نے) اپنے ذمۂ کرم پر پختہ وعدہ (لیا) ہے، تورات میں (بھی) انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی)، اور کون اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے، سو (ایمان والو!) تم اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض تم نے (جان و مال کو) بیچا ہے، اور یہی تو زبردست کامیابی ہے○"

۳۔ سورۃ الانعام میں ایک اور مقام پر کتابِ اِلٰہی (قرآن) کو پہلی کتابوں کا تصدیق کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ط وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ○(۳)

"اور یہ (وہ) کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، بابرکت ہے، جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی

---

(۱) الأنعام، ۶:۱۵۵–۱۵۶
(۲) التوبة، ۹:۱۱۱
(۳) الأنعام، ۶:۹۲

(اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔ اور (یہ) اس لیے (نازل کی گئی ہے) کہ آپ (اولاً) سب (انسانی) بستیوں کے مرکز (مکّہ) والوں کو اور (ثانیاً ساری دنیا میں) اس کے اردگرد والوں کو ڈرسنائیں، اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس پر وہی ایمان لاتے ہیں اور وہی لوگ اپنی نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں○''

۴۔ یہی مضمون سورۂ یونس میں یوں بیان ہوا ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰـكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○[۱]

''یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اسے اللہ (کی وحی) کے بغیر گھڑ لیا گیا ہو لیکن (یہ) ان (کتابوں) کی تصدیق (کرنے والا) ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوچکی) ہیں اور جو کچھ (اللہ نے لوح میں یا احکامِ شریعت میں) لکھا ہے اس کی تفصیل ہے، اس (کی حقانیت) میں ذرا بھی شک نہیں (یہ) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے○''

۵۔ اِسی بات کو سورۂ فاطر میں اِس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ط اِنَّ اللهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ○[۲]

''اور جو کتاب (قرآن) ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، وہی حق ہے اور اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بے شک اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے خوب دیکھنے والا ہے○''

۶۔ سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کا تعارف تمام کتبِ ماسبق کی تصدیق کرنے والی کتاب کے طور پر یوں کرایا گیا ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ○[۳]

''(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے (یہ) ان (سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں اور اسی نے تورات اور اِنجیل نازل فرمائی ہے○''

اِسی طرح تورات اور انجیل بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے اَوصاف و کمالات کے ذکر پر مشتمل تھیں، گویا وہ کتابیں بھی اپنے ماننے والوں کے سامنے رسالتِ محمدی ﷺ اور حقانیتِ

---

(۱) یونس، ۱۰:۳۷

(۲) فاطر، ۳۵:۳۱

(۳) آل عمران، ۳:۳

قرآن کی تصدیق کرتی تھیں۔

۷۔ سورۃ الاعراف میں اِس کا بیان ملاحظہ ہو:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ ط فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○(۱)

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اَخبارِ غیب اورمعاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِگراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے - ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اِس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں○‘‘

۸۔ یہاں تک کہ تورات اور اِنجیل میں جانثارانِ مصطفیٰ ﷺ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَوصاف کا بھی تذکرہ موجود تھا۔ سورۃ الفتح میں اِرشادِ ایزدی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا ز سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ج کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ ج وَعَدَ اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا○(۲)

’’محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے

(۱) الأعراف، ۱۵۷:۷ (۲) الفتح، ۲۹:۴۸

چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورتِ نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف اِنجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوبِ مکرّم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت ور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشت کاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اِسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ اِن کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اَجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے○"

اِسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کو عطا کی جانے والی کتابوں اور صحیفوں کا ذکر بھی تسلسل کے ساتھ آیا ہے۔

ارشاداتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

۹۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى○ (۱)

"بے شک یہ (تعلیم) اگلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے○ (جو) ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحائف ہیں○"

۱۰۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ○ (۲)

"اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بھی احسان کیے○"

۱۱۔ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ○ (۳)

"اور ہم نے ان دونوں کو واضح اور بیّن کتاب (تورات) عطا فرمائی○"

۱۲۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا○ (۴)

"اے یحییٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت و بصیرت (نبوت) عطا فرما دی تھی○"

۱۳۔ سورۃ النساء میں اَنبیاء علیہم السلام پر وحیِ اِلٰہی کے تسلسل اور اِن سب کی اُمتوں کو ہدایت اور صراطِ مستقیم سے نوازے جانے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

---

(۱) الأعلى، ۸۷:۱۸–۱۹
(۲) الصافات، ۳۷:۱۱۴
(۳) الصافات، ۳۷:۱۱۷
(۴) مریم، ۱۹:۱۲

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَہٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ ۚ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۝ (۱)

’’(اے حبیب!) بے شک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق و یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا کی تھی ۝‘‘

۱۴۔ اِسی طرح سورۃ الانعام میں اِرشاد ہوتا ہے:

وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَیُوۡنُسَ وَلُوۡطًا ؕ وَکُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَمِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَذُرِّیّٰتِہِمۡ وَاِخۡوَانِہِمۡ ۚ وَاجۡتَبَیۡنٰہُمۡ وَہَدَیۡنٰہُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝ (۲)

’’اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیہم السلام کو بھی ہدایت سے شرف یاب فرمایا)، اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ۝ اور ان کے آباء (و اَجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور ہم نے انہیں (اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لیے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دی تھی ۝‘‘

۱۵۔ اسی سورۃ الانعام میں پھر ارشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ ۚ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِہَا بِکٰفِرِیۡنَ ۝ (۳)

’’(یہی) وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمِ (شریعت) اور نبوّت عطا فرمائی تھی۔ پھر اگر یہ لوگ (یعنی کفّار) ان باتوں سے انکار کردیں تو بے شک ہم نے ان (باتوں) پر (ایمان لانے کے لیے) ایسی قوم کو مقرر کردیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں (ہوں گے) ۝‘‘

۱۶۔ سورۃ الشعراء میں اِسی تسلسل کا ذکر ایک اور اچھوتے انداز میں آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۝ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ۝ وَاِنَّہٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝ (۴)

---

(۱) النساء، ۴:۱۶۳
(۲) الأنعام، ۶:۸۶–۸۷
(۳) الأنعام، ۶:۸۹
(۴) الشعراء، ۲۶:۱۹۲–۱۹۷

''اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے○ اسے روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) لے کر اترا ہے○ آپ کے قلبِ (انور) پر تاکہ آپ (نافرمانوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں○ (اس کا نزول) فصیح عربی زبان میں (ہوا) ہے○ اور بے شک یہ پہلی امتوں کے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے○''

۱۷۔ سورۂ آل عمران میں اَہلِ کتاب کو قرآن کا گواہ ٹھہرا کر پھر اس کے اِنکار کی وجہ سے اِن الفاظ میں ان کی سرزنش کی گئی ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ○(۱)

''اے اَہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کر رہے ہو حالاں کہ تم خود گواہ ہو (یعنی تم اپنی کتابوں میں سب کچھ پڑھ چکے ہو)○''

۱۸۔ اِسی سورۂ آل عمران میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ○(۲)

''فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! جو شخص ایمان لے آیا ہے تم اسے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان کی راہ میں بھی کجی چاہتے ہو حالاں کہ تم (اس کے حق ہونے پر) خود گواہ ہو، اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں○''

۱۹۔ سورۃ البینۃ میں اَہلِ کتاب کے کفر کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے سبب کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے تک وہ سب نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ پر متفق تھے کیونکہ ان کی اپنی کتابوں میں حضور ﷺ کی آمد کا کثرت کے ساتھ تذکرہ تھا۔ مگر بعثتِ محمدی ﷺ کے بعد ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ کئی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور کئی منکر ہو گئے حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس جو دین تھا وہ اسلام ہی کی تعلیمات پر مشتمل تھا۔ ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ○ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً○ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ○ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ○ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ○(۳)

---

(۱) آل عمران، ۳:۷۰
(۲) آل عمران، ۳:۹۹
(۳) البینۃ، ۹۸:۱–۶

’’اہلِ کتاب میں سے جو لوگ کافر ہوگئے اور مشرکین اُس وقت تک (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل (نہ) آجاتی○ (وہ دلیل) اللہ کی طرف سے رسول (آخر الزماں ﷺ) ہیں جو (ان پر) پاکیزہ اَوراقِ (قرآن) کی تلاوت فرماتے ہیں○ جن میں درست اور مستحکم احکام (درج) ہیں○ (ان) اَہلِ کتاب میں (نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور آپ کی شانِ اقدس کو پہچاننے کے بارے میں پہلے) کوئی پھوٹ نہ پڑی تھی مگر اس کے بعد کہ جب (بعثتِ محمدی ﷺ کی) روشن دلیل ان کے پاس آ گئی (تو وہ باہم بٹ گئے کوئی ان پر ایمان لے آیا اور کوئی حسد کے باعث منکر و کافر ہوگیا)○ حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (ہر باطل سے جدا ہو کر) حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے○ بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بد ترین مخلوق ہیں○‘‘

۲۰۔ پھر سورۃ الشوریٰ میں خود حضور نبی اکرم ﷺ، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کے دین کا ایک ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب عظیم المرتبت رسولوں کی اُمتوں کا دین بھی ایک ہی تھا اور وہ دینِ اسلام تھا۔ ان سب کی دعوت بھی دعوتِ توحید تھی، جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی۔ یہی تسلسل حضور ختمی المرتبت ﷺ تک برقرار رہا، جس کا ذکر اِن الفاظ میں آیا ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ○(۱)

’’اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرّر فرمایا جس کا حکم اُس نے نُوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا (وہ یہی ہے) کہ تم (اِسی) دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ (توحید کی بات) جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں۔ اللہ جسے (خود) چاہتا ہے اپنے حضور میں (قربِ خاص کے لیے) منتخب فرما لیتا ہے اور اپنی طرف (آنے کی) راہ دکھا دیتا ہے (ہر) اس شخص کو جو (اللہ کی طرف) قلبی رجوع کرتا ہے○‘‘

۲۱۔ پھر سورۃ البقرہ میں بعثتِ محمدی ﷺ سے قبل اَہلِ کتاب کی ایمانی حالت اور حضور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت کا ذکر بھی عجیب انداز سے کیا گیا ہے اور بعد ازاں اِنہی میں سے بعضوں کے کافر ہو جانے کا سبب بھی واضح کیا گیا ہے۔ ان دونوں حالتوں کا ذکر ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) الشوریٰ، ۴۲:۱۳

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○(۱)

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالاں کہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب 'قرآن' کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب 'قرآن' کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہوگئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے○''

۲۲۔ اسی نکتہ کو سورۃ الرعد میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ○(۲)

''اور جن لوگوں کو ہم کتاب (تورات) دے چکے ہیں (اگر وہ صحیح مومن ہیں تو) وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان (ہی کے) فرقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں، فرما دیجیے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہراؤں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے○''

۲۳۔ پھر اہلِ کتاب کے اِنکار کی روش اِختیار کرنے سے قبل قرآن مجید کو حق جاننے اور سمجھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

اَفَغَيْرَ اللهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ○(۳)

''(فرما دیجیے:) کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم (وفیصل) تلاش کروں حالانکہ وہ (اللہ) ہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصّل (یعنی واضح لائحہ عمل پر مشتمل) کتاب نازل فرمائی ہے، اور وہ لوگ جن کو ہم نے (پہلے) کتاب دی تھی (دل سے) جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے (مبنی) برحق اتارا ہوا ہے پس آپ (ان اہلِ کتاب کی نسبت) شک کرنے والوں میں نہ ہوں (کہ یہ لوگ قرآن کا وحی ہونا جانتے ہیں یا نہیں)○''

---

(۱) البقرة، ۸۹:۲
(۲) الرعد، ۳۶:۱۳
(۳) الأنعام، ۱۱۴:۶

۲۴۔ پھر سورۃ العنکبوت میں اِنہی میں سے ایمان لے آنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ۝ (۱)

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری، تو جن (حق شناس) لوگوں کو ہم نے (پہلے سے) کتاب عطا کر رکھی تھی وہ اس (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں، اور اِن (اَہلِ مکّہ) میں سے (بھی) ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا اِنکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا۝''

۲۵۔ سورۂ سبا میں اِس اَمر کی مزید تصریح اِن الفاظ میں کی گئی ہے:

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۝ (۲)

''اور ایسے لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (کتاب) آپ کے رب کی طرف سے آپ کی جانب اتاری گئی ہے وہی حق ہے اور وہ (کتاب) عزّت والے، سب خوبیوں والے (رب) کی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے۝''

۲۶۔ پھر اِسی بات کو یہود و نصاریٰ کے علماء کے حوالے سے دہرایا گیا ہے:

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۝ (۳)

''اور کیا ان کے لیے (صداقتِ قرآن اور صداقتِ نبوتِ محمدی ﷺ کی) یہ دلیل (کافی) نہیں ہے کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء (بھی) جانتے ہیں۝''

۲۷۔ پھر سورۃ القصص میں اَہلِ کتاب کی سابقہ اِیمانی حالت اور اُن کا قرآن مجید کی صداقت و حقانیت پر اِعتماد بیان کیا گیا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۝ (۴)

''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی تھی وہ (اسی ہدایت کے تسلسل میں) اس (قرآن) پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں۝ اور جب ان پر (قرآن) پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے

---

(۱) العنکبوت، ۲۹:۴۷
(۲) سباء، ۳۴:۶
(۳) الشعراء، ۲۶:۱۹۷
(۴) القصص، ۲۸:۵۲–۵۳

بے شک یہ ہمارے رب کی جانب سے حق ہے، حقیقت میں تو ہم اس سے پہلے ہی مسلمان (یعنی فرماں بردار) ہو چکے تھےo‘‘

واضح رہے کہ اِس میں ان اَہلِ کتاب کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اپنے سابقہ ایمان کو، جو حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور نزولِ قرآن سے متعلق تھا، برقرار رکھا اور اسی کے تسلسل میں حلقہ بگوشِ اِسلام ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد اَہلِ کتاب کو دعوتِ اِتحاد دی تو اِسلام اور اَہلِ کتاب کے درمیان توحید اور عدمِ شرک کو کلمہ مشترکہ (common ground) قرار دیا۔

۲۸۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ يَـٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَo[1]

’’آپ فرما دیں: اے اَہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیںo‘‘

باری تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اُن کے عقائد میں آمیزشِ شرک ہو چکی ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اُلوہیت، اِبنیت اور پھر تثلیث کا عقیدہ اِختیار کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود ’توحید اور عدمِ شرک‘ کو ان کے اور اسلام کے درمیان قدرِ مشترک قرار کیوں دیا گیا؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ سب اِعتقادی تحریفات کے باوجود وہ اپنی نسبت ’ملتِ توحید (Believers of one God)‘ ہونے کے دعویٰ پر قائم تھے اور خود کو شرک سے بری تصور کرتے تھے۔ وہ تثلیث کو توحید ہی کی تعبیر وتشریح خیال کرتے تھے جو کہ اسلام کے نزدیک سراسر باطل اور شرکیہ تعبیر تھی۔ جس کی عقیدۂ توحید میں کوئی گنجائش تھی نہ ہے مگر اَہلِ کتاب ہونے کے ناطے انہیں یہ زعم تھا کہ وہ بدستور اسی عقیدۂ توحید پر قائم ہیں جو تورات و اِنجیل کے ذریعے ان تک پہنچا ہے۔ چنانچہ قرآن نے اُن کے اِسی دعوے کو بنیاد بناتے ہوئے توحید کو اسلام اور اَہلِ کتاب کے درمیان نقطۂ اِشتراک قرار دیا اور انہیں دعوتِ اِتحاد دی۔ صاف ظاہر ہے کہ اِس طرح کی دعوت قرآن مجید نے کبھی دیگر کفار و مشرکین یعنی غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب کے پیروکاروں کو نہیں دی تھی کیونکہ ان کا سرے سے ملتِ توحید ہونے کا دعویٰ ہی نہیں تھا۔ ان میں اور اسلام کے درمیان عقیدۂ توحید، ہدایاتِ ربّانی اور تعلیماتِ کتاب جیسی کوئی قدرِ مشترک سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۶۴

الغرض یہ اَمر بغیر شک وشبہ کے ثابت ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ذکر آیا ہے، وہاں یا تو عقائد و اَعمال میں اِسلام کے ساتھ ان کے مشترکات بیان ہوئے ہیں، یا ان کے عقائدِ صحیحہ سے بعد ازاں اِنحراف کر جانے کا ذکر ہوا ہے، یا ان پر نازل ہونے والی کتب (تورات اور انجیل) کی تصدیق کا بیان ہوا ہے، یا بعدازاں ان میں کی گئی تحریف کا ذکر آیا ہے، یا ان کے حسد و عداوت اورنسلی رعونت کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور پیغمبر کو نہ ماننے کا بیان ہوا ہے، یا ان کے قتل جیسے کافرانہ اَفعال کا تذکرہ آیا ہے، یا ان کی سود خوری، آیات فروشی اور اَحکام فراموشی کا بیان آیا ہے، یا پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت قدیم آسمانی بشارتوں کی بنا پر آپ ﷺ پر ایمان رکھنے اور آپ ﷺ سے توسل کرنے کا ذکر ملتا ہے، یا قرآن مجید کو حق و صداقت پر مبنی اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے اور حضور ﷺ کو آپ کے اَوصاف و کمالات کے حوالے سے خوب پہچاننے کا ذِکر ملتا ہے، یا ان میں سے بعض کے بدستور مومن رہنے، تلاوتِ آیات کرنے، رات کوسجدہ ریزیاں کرنے اور صالح زندگی گزارنے کا ذِکر ملتا ہے، یا بعض کے حضور ﷺ پر ایمان لے آنے اور بعض کے اِنکارِ رسالتِ محمدی ﷺ کی بنا پر کافر ہونے جانے کا ذِکر ملتا ہے۔

مختصر یہ کہ ان کے ایمان وکفر کی داستان دیگر کفار ومشرکین کی داستان سے بالکل الگ نوعیت کی ہے۔ جہاں ان کے کفر کی تصریح اور ان کے باطل عقائد کی تردید آئی ہے۔ وہاں ان کی کتب اور ان کے سابقہ عقائد کی بنا پر انہیں قرآن اور رسالتِ محمدی ﷺ پر گواہ بھی ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر انہی کے عقائد و اِعترافات کی بنا پر ان کے اِنکار و اِنحراف پر گرفت کی گئی ہے۔ پورے قرآن میں ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں ان کی طرف اَصلاً عقیدۂ توحید کی نفی اور اِستہزاء، کلیتاً اِنکارِ رسالت اور مطلقاً تکذیبِ وحی کو منسوب کیا گیا ہو بلکہ رسالتِ محمدی ﷺ کے اِنکار کے وقت ان کے اِنہی سابقہ عقائد کو دلیل بنا پر انہیں سچائی کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اِنہی مسلمات ومشترکات کو بنیاد بناتے ہوئے انہیں دعوتِ اسلام دی گئی ہے اور اس دعوت کے اِنکار کے باعث انہیں کافرٹھہرایا گیا ہے۔ اس کے برعکس جب دیگر کفار ومشرکین کا ذکر آیا ہے جو اِلہامی مذاہب میں سے کسی کے پیروکار نہیں تھے تو ان کا ذکر، ان کی مذمت اور ان کے کفر کی وجوہ یکسر مختلف نوعیت کی بیان کی گئی ہیں۔

(۳) قرآن مجید میں غیر اَہلِ کتاب کفار ومشرکین کے تذکرے کا انداز

اَب ہم قرآنِ مجید سے بطور نمونہ چند ایسے مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں اُن کفار ومشرکین کا ذکر آیا ہے جو اَہلِ کتاب نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی اِلہامی مذہب رکھتے ہیں، تاکہ قرآن مجید کے حوالے سے اِلہامی اور غیر اِلہامی مذاہب کا فرق اور اس فرق کی نوعیت واضح ہوسکے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان کے حوالے سے ہر جگہ مطلقاً اِنکارِ وحی بلکہ تضحیکِ وحی کا ذکر ملتا ہے، کلیتاً نظامِ نبوت و رسالت کا انکار ملتا ہے، عقیدۂ توحید کا ردّ بلکہ استہزاء ملتا ہے۔ واضح طور پر بت پرستی کی شکل میں ان کے شرک کی مسلسل تصریح ملتی ہے۔ یہاں ان کے کفر کی

وجوہ اور تفصیلات کا بیان پڑھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کے نزدیک یہ بالکل دوسری قسم کا طبقہ ہے جس کی وجہ سے تقابلِ اَدیان کے علماء نے ان کے لیے الگ نوع (category) مقرر کی ہے، اور اِلہامی (سامی) مذاہب اور غیر اِلہامی (غیر سامی) مذاہب کو بالکل دو الگ الگ قسمیں شمار کیا ہے۔

وحیِ اِلٰہی کی حقیقت کا اِنکار

۱۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝(۱)

’’اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض افتراء ہے جسے اس (مدعیٔ رسالت) نے گھڑ لیا ہے اور اس (کے گھڑنے) پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے بے شک کافر ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ہیں ۝‘‘

۲۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ يَـقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝(۲)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے؟ فرما دیجیے: اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے جرم (کا وبال) مجھ پر ہوگا اور میں اُس سے بری ہوں جو جرم تم کر رہے ہو ۝‘‘

۳۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝(۳)

’’بلکہ (ظالموں نے یہاں تک) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خوابوں (میں دیکھی ہوئی باتیں) ہیں بلکہ اس (رسول ﷺ) نے اسے (خود ہی) گھڑ لیا ہے بلکہ (یہ کہ) وہ شاعر ہے (اگر یہ سچا ہے) تو یہ (بھی) ہمارے پاس کوئی نشانی لے آئے جیسا کہ اگلے (رسول نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے ۝‘‘

۴۔ سورۃ السجدۃ میں ان ہی کا قول اس طرح بیان ہوا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰـهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝(۴)

(۱) الفرقان، ۲۵:۴
(۲) هود، ۱۱:۳۵
(۳) الأنبياء، ۲۱:۵
(۴) السجدة، ۳۲:۳

''کیا کفار ومشرکین یہ کہتے ہیں کہ اسے اس (رسول ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں○''

۵۔ پھر سورۃ سبا میں بھی اس امر کی تصدیق یوں آئی ہے:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَاهٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ج وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًی ط وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ○[۱]

''اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ (رسول ﷺ) تو ایک ایسا شخص ہے جو تمہیں صرف اُن (بتوں) سے روکنا چاہتا ہے جن کی تمہارے باپ دادا پوجا کیا کرتے تھے، اور یہ (بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض من گھڑت بہتان ہے، اور کافر لوگ اس حق (یعنی قرآن) سے متعلق جب کہ وہ اِن کے پاس آچکا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا جادو ہے○''

الغرض ایسے کئی مقامات ہیں جہاں ان کفار کا مطلقاً وحیِ اِلٰہی کی حقیقت کو ہی نہ ماننا مذکور ہے۔ گویا وہ اس بات کے سرے سے قائل ہی نہیں تھے کہ کسی انسان پر وحی ہوسکتی ہے۔ پھر آگے اسی مقام پر ان کے انکار کا سبب بھی مذکور ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگ اَہلِ کتاب نہ تھے۔

۶۔ سورۃ سبا میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ○[۲]

''اور ہم نے ان (اَہلِ مکہ) کو نہ آسمانی کتابیں عطا کی تھیں جنہیں یہ لوگ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تھا○''

پھر قرآن مجید نے ان کے اِنکارِ وحی پر انہیں چیلنج کیا ہے، جب کہ اس طرح کی نوبت اَہلِ کتاب کے لیے کبھی نہیں آئی تھی کیوں کہ وہ اَصلاً وحیِ اِلٰہی کو مانتے تھے مگر ان کے اِنکارِ رسالتِ محمدی کا سبب کچھ اور تھا۔

۷۔ سورۃ القصص میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ○[۳]

---

(۱) سبا، ۳۴:۴۳
(۲) سبا، ۳۴:۴۴
(۳) القصص، ۲۸:۴۹

’’آپ فرمادیں کہ تم اللہ کے حضور سے کوئی (اور) کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو (تو) میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم (اپنے الزامات میں) سچے ہو۔‘‘

۸۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل میں اِنہی کافروں کو اِنکارِ وحی کی بنا پر پورے قرآن کی مثل کوئی کتاب لانے کے لیے کہا گیا ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝ (۱)

’’فرما دیجیے: اگر تمام انسان اور جنّات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۝‘‘

۹۔ اِس کے بعد انہیں دس سورتوں کی مثل لانے کے لیے کہا گیا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ (۲)

’’کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، فرما دیجیے: تم (بھی) اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا (اپنی مدد کے لیے) جسے بھی بلا سکتے ہو بلالو اگر تم سچے ہو۝‘‘

۱۰۔ اس کے بعد سورۃ البقرۃ میں انہیں وحیِ الٰہی کو من گھڑت کلام سمجھنے کی بناء پر بطور چیلنج قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بنا لانے کا کہا گیا ہے:

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۝ (۳)

’’اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لیے بے شک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمائتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۝ پھر اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی ان کے بت) ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۝‘‘

---

(۱) بنی إسرائیل، ۱۷:۸۸

(۲) هود، ۱۱:۱۳

(۳) البقرة، ۲: ۲۳–۲۴

۱۱۔ پھر سورۃ یونس میں اسی چیلنج کو دہرایا گیا ہے:

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○(۱)

''کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے رسول (ﷺ) نے خود گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجیے: پھر تم اس کی مثل کوئی (ایک) سورت لے آؤ، (اور اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو○''

۱۲۔ پھر سورۃ الطّور میں کہا گیا ہے:

فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ○(۲)

''پس انہیں چاہیے کہ اِس (قرآن) جیسا کوئی کلام لے آئیں اگر وہ سچّے ہیں○''

۱۳۔ اِسی طرح کفار و مشرکین کے ان مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو نزولِ قرآن کے حوالے سے کیا کرتے تھے۔ سورۃ یونس میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ○(۳)

''اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آئیے یا اسے بدل دیجیے، (اے نبیِ مکرّم!) فرما دیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں○''

۱۴۔ پھر سورۃ الانعام میں ان کے ایسے خیالاتِ فاسدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کے قصوں اور کہانیوں کے سوا کچھ نہیں:

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ○(۴)

---

(۱) یونس، ۱۰: ۳۸

(۲) الطور، ۵۲: ۳۴

(۳) یونس، ۱۰: ۱۵

(۴) الأنعام، ۶: ۲۵

''اور ان میں کچھ وہ (بھی) ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیے ہیں سو (اب ان کے لیے) ممکن نہیں کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں اور (ہم نے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو (کھلا بھی) دیکھ لیں تو (بھی) اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں (اس وقت) کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا (کچھ) نہیں ٥''

۱۵۔ یہی بات سورۃ النحل میں مذکور ہے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ مَّا ذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ٥(۱)

''اور جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ (تو) وہ کہتے ہیں: اگلی قوموں کے جھوٹے قصے (اتارے ہیں) ٥''

۱۶۔ پھر سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ٥(۲)

''اور کہتے ہیں: (یہ قرآن) اگلوں کے افسانے ہیں جن کو اس شخص نے لکھوا رکھا ہے پھر وہ (افسانے) اسے صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (تاکہ انہیں یاد کر کے آگے سنا سکے) ٥''

وحیِ اِلٰہی کو جادوگری سمجھنا

کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کو 'جادو' کہہ کر ردّ کر دیتے تھے۔

۱۷۔ سورۃ الزخرف میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ٥(۳)

''اور جب اُن کے پاس حق آ پہنچا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور ہم اس کے مُنکِر ہیں ٥''

۱۸۔ **وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ٥**(۴)

''اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں (تو) جو لوگ کفر کر رہے ہیں حق (یعنی قرآن) کے بارے میں، جب کہ وہ ان کے پاس آ چکا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے ٥''

(۱) النحل، ۱۶:۲۴
(۲) الفرقان، ۲۵:۵
(۳) الزخرف، ۴۳:۳۰
(۴) الاحقاف، ۴۶:۷

۱۹۔ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ○[۱]

''پھر کہنے لگا کہ یہ (قرآن) جادو کے سوا کچھ نہیں جو (اگلے جادوگروں سے) نقل ہوتا چلا آ رہا ہے○''

وحیِ اِلٰہی کو شاعری سمجھنا

۲۰۔ کبھی کفار و مشرکین قرآن کو 'شاعری' کہہ دیتے تھے، جسے باری تعالیٰ نے یہ کہہ کر ردّ فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○[۲]

''اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ اَدبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو)، تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو○''

۲۱۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ○[۳]

''اور ہم نے اُن کو (یعنی نبی مکرّم ﷺ کو) شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اُن کے شایانِ شان ہے۔ یہ (کتاب) تو فقط نصیحت اور روشن قرآن ہے○''

وحیِ اِلٰہی کو کہانت سمجھنا

۲۲۔ کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کے لیے 'قولِ کاہن' کا طعنہ دیتے، جسے یوں ردّ کیا گیا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○[۴]

''اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ اَدبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو)، تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو○ اور نہ (یہ) کسی کاہن کا کلام ہے (کہ فنی اَندازوں سے وضع کیا گیا ہو)، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو○''

وحیِ اِلٰہی کو شیطانی کلام سمجھنا

۲۳۔ کبھی وہ وحیِ اِلٰہی کو کسی شیطان کا کلام قرار دیتے، جس کا ردّ یوں کیا گیا:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ○ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○[۵]

''اور شیطان اس (قرآن) کو لے کر نہیں اترے○ نہ (یہ) ان کے لیے سزا وار ہے اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں○''

---

(۱) المدثر، ۷۴: ۲۴

(۲) الحاقہ، ۶۹: ۴۱

(۳) یسین، ۳۶: ۶۹

(۴) الحاقة، ۶۹: ۴۲–۴۳

(۵) الشعراء، ۲۶: ۲۱۰–۲۱۱

۲۴۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ○ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ○ (۱)

''اور وہ (قرآن) ہرگز کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے○ پھر (اے بدبختو!) تم (اتنے بڑے خزانے کو چھوڑ کر) کدھر چلے جا رہے ہو○''

وحیِ الٰہی کو عجمی اَتالیق کا سبق سمجھنا

۲۵۔ کبھی وہ وحی کی نسبت یہ الزام لگا دیتے کہ (معاذ اللہ) کوئی عجمی اَتالیق آ کر حضور ﷺ کو یہ کلام سکھا جاتا ہے۔ اس کا ردّ ان الفاظ میں کیا گیا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ○ (۲)

''اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں کہ انہیں یہ (قرآن) محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن واضح و روشن عربی زبان (میں) ہے○''

۲۶۔ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ○ (۳)

''بے شک جھوٹی افترا پردازی (بھی) وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں○''

الغرض یہ وہ کفار و مشرکین تھے جو نہ صرف حضور ﷺ کو بلکہ پہلے پیغمبروں کو ان کی کتب وصحائف کو اور ان پر اُترنے والی وحی کو بھی اسی طرح جھٹلایا کرتے تھے۔ یعنی ان کا سرے سے اس تصور پر کبھی بھی ایمان ہی نہیں رہا تھا کہ کوئی نبی یا رسول مبعوث ہوسکتا ہے اور اس کی طرف وحی آ سکتی ہے۔

۲۷۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ○ (۴)

''جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلا دیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا، تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے○''

---

(۱) التکویر، ۸۱:۲۵–۲۶
(۲) النحل، ۱۶:۱۰۳
(۳) النحل، ۱۶:۱۰۵
(۴) المومن، ۴۰:۷۰

نبوت و رِسالت کی حقیقت کا اِنکار

اِسی طرح غیر کتابی کفار و مشرکین تصورِ رسالت کے بھی کلیتًا منکر تھے۔ انہیں کسی ایک رسول کی بعثت سے اختلاف یا حسد و عناد نہیں تھا بلکہ وہ سرے سے نظامِ نبوت و رسالت کو ہی نہیں مانتے تھے۔ اس پر قرآنی بیانات ملاحظہ ہوں۔

۲۸۔ قرآن بعثت و رسالت کی اصل پر ان کے انکار و استعجاب کا تذکرہ سورۃ یونس میں یوں کرتا ہے:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ○ (۱)

”کیا یہ بات لوگوں کے لیے تعجب خیز ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک مردِ (کامل) کی طرف وحی بھیجی کہ آپ (بھولے بھٹکے ہوئے) لوگوں کو (عذابِ الٰہی کا) ڈر سنائیں اور ایمان والوں کو خوشخبری سنائیں کہ ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں بلند پایہ (یعنی اونچا مرتبہ) ہے، کافر کہنے لگے: بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے○“

۲۹۔ سورۃ التغابن میں اِرشادِ ایزدی ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ○ (۲)

”یہ اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح نشانیاں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے تھے: کیا (ہماری ہی مثل اور ہم جنس) بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ سو وہ کافر ہوگئے اور انہوں نے (حق سے) رُوگردانی کی اور اللہ نے بھی (اُن کی) کچھ پرواہ نہ کی، اور اللہ بے نیاز ہے لائق حمد و ثنا ہے○“

تصورِ رسالت کے باب میں ان کی جہالت و ضلالت کی حد یہ تھی کہ ایمان لانے کی شرط یہ عائد کرتے کہ اسی طرح کی رسالت اور آسمانی نشانیاں ہمیں بھی دی جائیں جیسی آپ ﷺ کو ملی ہیں یعنی ہمیں بھی آپ کا رب آپ ہی کی طرح رسول بنا دے؛ تب اس نظام پر ایمان لائیں گے۔

۳۰۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ربانی ملاحظہ ہو:

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ○ (۳)

---

(۱) یونس، ۱۰: ۲
(۲) التغابن، ۶۴: ۶
(۳) الأنعام، ۶: ۱۲۴

’’اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی ویسی ہی (نشانی) دی جائے جیسی اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔ عنقریب مجرموں کو اللہ کے حضور ذلت رسید ہو گی اور سخت عذاب بھی (ملے گا) اس وجہ سے کہ وہ مکر (اور دھوکہ دہی) کرتے تھےo‘‘

۳۱۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَo(۱)

’’اور جو لوگ علم نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتا یا ہمارے پاس (براہِ راست) کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی انہی جیسی بات کہی تھی، ان (سب) لوگوں کے دل آپس میں ایک جیسے ہیں، بے شک ہم نے یقین والوں کے لیے نشانیاں خوب واضح کر دی ہیںo‘‘

تصورِ رسالت کا اِستہزاء

۳۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی رِسالت کا اِستہزاء کرتے ہوئے کفارِ مکہ اِنتہائی جاہلانہ بات کرتے تھے، جس کا ذکر قرآن مجید نے سورۃ الزخرف میں یوں کیا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍo(۲)

’’اور کہنے لگے: یہ قرآن (مکّہ اور طائف کی) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی (یعنی کسی وڈیرے، سردار اور مالدار) پر کیوں نہیں اتارا گیا؟o‘‘

تصورِ رِسالت پر اِستعجاب

۳۳۔ کبھی بشریت کو انکارِ رِسالت کی بنیاد قرار دیتے تھے، جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں بیان ہوا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًاo(۳)

’’اور (ان) لوگوں کو ایمان لانے سے اور کوئی چیز مانع نہ ہوئی جب کہ ان کے پاس ہدایت (بھی) آچکی تھی سوائے اس کے کہ وہ کہنے لگے: کیا اللہ نے (ایک) بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟o‘‘

۳۴۔ اِسی طرح سورۃ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَo(۴)

(۱) البقرة، ۲: ۱۱۸
(۲) الزخرف، ۴۳: ۳۱
(۳) بنی إسرائیل، ۱۷: ۹۴
(۴) یسین، ۳۶: ۱۵

’’(بستی والوں نے) کہا: تم تو محض ہماری طرح بشر ہو اور خدائے رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم فقط جھوٹ بول رہے ہو○‘‘

۳۵۔ سورۃ المومنون میں ان کی اسی ذہنیت کا بیان یوں کیا گیا ہے:

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ○(۱)

’’اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کر لی تو پھر تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گے○‘‘

۳۶۔ قرآن مجید نے اِثباتِ رسالت کے باب میں ان کی منکرانہ سوچ کا جابجا ردّ کیا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○(۲)

’’اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مَردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے سو تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو○‘‘

۳۷۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ○(۳)

’’اور ہم نے ان (انبیاء) کو ایسے جسم والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ (دنیا میں بہ حیاتِ ظاہری) ہمیشہ رہنے والے تھے○‘‘

۳۸۔ سورۃ الفرقان میں اِرشادِ ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا○(۴)

’’اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی (حسبِ ضرورت) چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے، کیا تم (آزمائش پر) صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے○‘‘

---

(۱) المومنون، ۲۳:۳۴
(۲) النحل، ۱۶:۴۳
(۳) الأنبياء، ۲۱:۸
(۴) الفرقان، ۲۵:۲۰

اِنکارِ رِسالت کے ضمن میں مضحکہ خیز مطالبات

اِسی طرح اِنکارِ رسالت کی ضمن میں بھی ان کے مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے انکارِ وحی کے باب میں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

۳۹۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ (۱)

’’اور کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری فرما دیجیے: بے شک اللہ جسے چاہتا ہے (نشانیوں کے باوجود) گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی جانب رہنمائی فرما دیتا ہے ۝‘‘

۴۰۔ سورۃ بنی اِسرائیل میں ان مضحکہ خیز مطالبات کا ذکر یوں فرمایا:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (۲)

’’اور وہ (کفّارِ مکہ) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں ۝ یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو تو آپ اس کے اندر بہتی ہوئی نہریں جاری کر دیں ۝ یا جیسا کہ آپ کا خیال ہے ہم پر (ابھی) آسمان کے چند ٹکڑے گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں ۝ یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو (جس میں آپ خوب عیش سے رہیں) یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، پھر بھی ہم آپ کے (آسمان میں) چڑھ جانے پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ (وہاں سے) ہمارے اوپر کوئی کتاب اتار لائیں جسے ہم (خود) پڑھ سکیں، فرما دیجیے: میرا رب (ان خرافات میں الجھنے سے) پاک ہے میں تو ایک انسان (اور) اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں ۝‘‘

۴۱۔ اسی طرح ان کفار و مشرکین کے عقیدۂ انکارِ رسالت کے پس منظر میں ان کی سوچ کا یہ رُخ بھی واضح کیا گیا ہے:

---

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۷

(۲) بنی إسرائیل، ۱۷: ۹۰–۹۳

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرَکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا کَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝(۱)

’’ان کے پیغمبروں نے کہا: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، (جو) تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو تمہاری خاطر بخش دے اور (تمہاری نافرمانیوں کے باوجود) تمہیں ایک مقرر میعاد تک مہلت دیئے رکھتا ہے۔ وہ (کافر) بولے: تم تو صرف ہمارے جیسے بشر ہی ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان (بتوں) سے روک دو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے، سو تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ ۝ ان کے رسولوں نے ان سے کہا: اگرچہ ہم (نفسِ بشریت میں) تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن (اس فرق پر بھی غور کرو کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے (پھر برابری کیسی؟) اور (رہ گئی روشن دلیل کی بات) یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے ۝‘‘

۴۲۔ مزید برآں سورۃ الفرقان میں بھی اِس بات پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْهِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْکُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝(۲)

’’یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتار دیا جاتا یا (کم از کم) اس کا کوئی باغ ہوتا جس (کی آمدنی) سے وہ کھایا کرتا اور ظالم لوگ (مسلمانوں) سے کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو ۝ (اے حبیبِ مکرّم!) ملاحظہ فرمایئے یہ لوگ آپ کے لیے کیسی (کیسی) مثالیں بیان کرتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے ہیں سو یہ (ہدایت کا) کوئی راستہ نہیں پا سکتے ۝‘‘

۴۳۔ پھر کفار کی تکذیبِ رسالت کے باعث باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تسلّیِ خاطر کے لیے اِن الفاظ میں خطاب کیا ہے:

فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ۝(۳)

(۱) ابراهیم، ۱۴: ۱۰–۱۱
(۲) الفرقان، ۲۵: ۸–۹
(۳) آل عمران، ۳: ۱۸۴

''پھر بھی اگر آپ کو جھٹلائیں تو (محبوب آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں) آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا جو واضح نشانیاں (یعنی معجزات) اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۝''

پھر قرآن مجید کفار و مشرکین کے دائمی انکارِ رسالت اور اسی غرض سے رسولوں پر مسلسل اِتہام تراشی اور اِستہزاء کے طرزِ عمل کا ذکر کرتا ہے اور ساتھ ان کا ردّ بھی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

رِسالت کو جادو سمجھنا

۴۴۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝(۱)

''ان کے دل غافل ہو چکے ہیں، اور (یہ) ظالم لوگ (آپ کے خلاف) آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، کیا پھر (بھی) تم (اس کے) جادو کے پاس جاتے ہو حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو۝''

۴۵۔ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ۝(۲)

''وہ بولے کہ تم تو فقط جادو زدہ لوگوں میں سے ہو۝''

۴۶۔ پھر سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ۝ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝(۳)

''بلکہ آپ تعجب فرماتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۝ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے۝ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں۝ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف کھلا جادو ہے۝''

رسول کو دیوانہ سمجھنا

۴۷۔ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۝(۴)

''اور کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں؟۝''

---

(۱) الأنبياء، ۲۱:۳
(۲) الشعراء، ۲۶: ۱۵۳
(۳) الصافات، ۳۷:۱۲–۱۵
(۴) الصافات، ۳۷: ۳۶

۴۸۔ وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ○(۱)

”اور (کفار گستاخی کرتے ہوئے) کہتے ہیں: اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے! بے شک تم دیوانے ہو○“

۴۹۔ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ط بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ○(۲)

”(یا تو) وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے، (ایسا کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں○“

۵۰۔ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○(۳)

”پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے: (وہ) سکھایا ہوا دیوانہ ہے○“

۵۱۔ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا سکتہ مَابِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○(۴)

”کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ انہیں (اپنی) صحبت کے شرف سے نوازنے والے (رسول ﷺ) کو جنون سے کوئی علاقہ نہیں وہ تو (نافرمانوں کو) صرف واضح ڈرسنانے والے ہیں○“

۵۲۔ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ ج اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا قف مَابِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ○(۵)

”فرما دیجیے: میں تمہیں بس ایک ہی (بات کی) نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے (روحانی بیداری اور انتباہ کے حال میں) قیام کرو، دو دو اور ایک ایک پھر تفکّر کرو (یعنی حقیقت کا معاینہ اور مراقبہ کرو تو تمہیں مشاہدہ ہو جائے گا) کہ تمہیں شرفِ صحبت سے نوازنے والے (رسولِ مکرّم ﷺ) ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے تمہیں (بروقت) ڈرسنانے والے ہیں (تاکہ تم غفلت سے جاگ اٹھو)○“

رسول کو شاعر سمجھنا

۵۳۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ○(۶)

”کیا (کفّار) کہتے ہیں: (یہ) شاعر ہیں؟ ہم اِن کے حق میں حوادثِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں؟○“

---

(۱) الحجر، ۱۵: ۶
(۲) سبا، ۳۴: ۸
(۳) الدخان، ۴۴: ۱۴
(۴) الاعراف، ۷: ۱۸۴
(۵) سبا، ۳۴: ۴۶
(۶) الطور، ۵۲: ۳۰

رسولوں پر اِتہامِ کذب

۵۴۔ وَعَجِبُوٓا اَنۡ جَآئَھُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡھُمۡ وَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ○(۱)

''اور انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس اُن ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے۔ اور کفّار کہنے لگے: یہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے○''

رسول کو کاہن سمجھنا

۵۵۔ فَذَکِّرۡ فَمَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ بِکَاھِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ○(۲)

''سو (اے حبیبِ مکرّم!) آپ نصیحت فرماتے رہیں پس آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے نہ تو کاہن (یعنی جنّات کے ذریعے خبریں دینے والے) ہیں اور نہ دیوانے○''

۵۶۔ مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ○(۳)

''(اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں○''

۵۷۔ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ○ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ○(۴)

''پس عنقریب آپ (بھی) دیکھ لیں گے اور وہ (بھی) دیکھ لیں گے○ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے○''

۵۸۔ وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ○(۵)

''اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے (محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں (جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے)○''

۵۹۔ سورۃ اِبراہیم میں کفار و مشرکین کے حوالے سے انکارِ رسالت کا تاریخی تسلسل کے ساتھ اجتماعی وطیرہ بیان کیا گیا ہے۔

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۬ؕ وَالَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ ؕ لَا یَعۡلَمُھُمۡ اِلَّا اللّٰہُ ؕ جَآءَتۡھُمۡ رُسُلُھُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرَدُّوۡٓا اَیۡدِیَھُمۡ فِیۡٓ اَفۡوَاھِھِمۡ وَقَالُوۡٓا اِنَّا کَفَرۡنَا بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِہٖ وَاِنَّا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَآ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ○(۶)

(۱) ص، ۳۸: ۴
(۲) الطور، ۵۲: ۲۹
(۳) القلم، ۶۸: ۲
(۴) القلم، ۶۸: ۵–۶
(۵) التکویر، ۸۱: ۲۲
(۶) ابراہیم، ۱۴: ۹

''کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، (وہ) قومِ نوح اور عاد اور ثمود (کی قوموں کے لوگ) تھے اور (کچھ) لوگ جو ان کے بعد ہوئے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (کیوں کہ وہ صفحۂ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو چکے ہیں)، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ آئے تھے پس انہوں نے (ازراہِ تمسخر و عناد) اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں ڈال لیے اور (بڑی جسارت کے ساتھ) کہنے لگے: ہم نے اس (دین) کا انکار کر دیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور یقیناً ہم اس چیز کی نسبت اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو٥''

۶۰۔ پھر سورۃ الحجر میں یہی مضمون اس انداز میں آیا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ٥ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ٥ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ٥ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ٥(۱)

''اور بے شک ہم نے آپ سے قبل پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے٥ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے٥ اسی طرح ہم اس (تمسخر اور استہزاء) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں٥ یہ لوگ اِس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلوں کی (یہی) روش گزر چکی ہے٥''

۶۱۔ پھر الانبیاء اور الحج میں کفار و مشرکین کی جانب سے عقیدۂ رسالت کی تضحیک اور تکذیب کا ذکر یوں آیا ہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ٥(۲)

''اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا سو ان لوگوں میں سے انہیں جو تمسخر کرتے تھے اسی (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے٥''

۶۲۔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ٥ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ٥ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ج وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ج فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ٥(۳)

''اور اگر یہ (کفار) آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے قومِ نوح اور عاد و ثمود نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا٥ اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط نے (بھی)٥ اور باشندگانِ مدین نے (بھی جھٹلایا تھا) اور موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی جھٹلایا گیا سو میں (ان سب) کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، پھر (بتایئے) میرا عذاب

(۱) الحجر، ۱۵:۱۰-۱۳

(۲) الانبیاء، ۲۱:۴۱

(۳) الحج، ۲۲:۴۲-۴۴

کیسا تھا؟o‘‘

۶۳۔ اسی طرح سورۃ الفرقان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا رَاَوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا ط اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا o(۱)

’’اور (اے حبیبِ مکرّم!) جب (بھی) وہ آپ کو دیکھتے ہیں آپ کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے (اور کہتے ہیں:) کیا یہی وہ (شخص) ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہےo‘‘

۶۴۔ سورہ فاطر میں رسولوں کی تکذیب ان کا وطیرہ بتایا گیا ہے:

وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o(۲)

’’اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گےo‘‘

اِسی طرح قرآن نے ان کے عقیدۂ شرک کے حوالے سے کافر ومشرک اَقوام کی پوری تاریخ یوں بیان کی ہے۔

رسولوں پر گمراہی کا اِلزام

۶۵۔ قومِ نوح کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o(۳)

’’ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا: (اے نوح!) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیںo‘‘

۶۶۔ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ج وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ o(۴)

’’سو ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں اور وڈیروں نے کہا: ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بشر دکھائی دیتے ہو اور ہم نے کسی (معزز شخص) کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ہمارے (معاشرے کے) سطحی رائے رکھنے والے پست وحقیر لوگوں کے (جو بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں)، اور ہم

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۴۱

(۲) فاطر، ۳۵: ۴

(۳) الأعراف، ۷: ۶۰

(۴) هود، ۱۱: ۲۷

تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری (یعنی طاقت و اقتدار، مال و دولت یا تمہاری جماعت میں بڑے لوگوں کی شمولیت الغرض ایسا کوئی نمایاں پہلو) بھی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں ٥''

رسولوں پر جاہ طلبی کا اِلزام

۶۷۔ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ج صلے مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ٥ (۱)

''تو ان کی قوم کے سردار (اور وڈیرے) جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے (اس کے سوا کچھ نہیں)، یہ تم پر (اپنی) فضیلت و برتری قائم کرنا چاہتا ہے، اور اگر اللہ (ہدایت کے لیے کسی پیغمبر کو بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا، ہم نے تو یہ بات (کہ ہمارے جیسا ہی ایک شخص ہمارا رسول بنا دیا جائے) اپنے اگلے آباء و اجداد میں (کبھی) نہیں سنی ٥''

رسولوں پر سفاہت کا اِلزام

۶۸۔ پھر قومِ ہود کے حوالے سے ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (۲)

''ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر (یعنی دعوتِ حق کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا: (اے ہود!) بے شک ہم تمہیں حماقت (میں مبتلا) دیکھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں ٥ انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں ٥''

کفار و مشرکین کا نفیِ توحید اور شرک پر اِصرار

قرآن مجید کفار و مشرکین کے حوالے سے اِنکارِ وحی اور اِنکارِ رسالت کی طرح توحید کے اِنکار اور شرک پر اِصرار کا بھی جابجا ذکر کرتا ہے۔

۶۹۔ چنانچہ قومِ عاد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ج فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

(۱) المومنون، ۲۳: ۲۴ (۲) الأعراف، ۷: ۶۶–۶۷

الصّٰدِقِينَ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ○ (۱)

’’وہ کہنے لگے: کیا تم ہمارے پاس (اس لیے) آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان (سب خداؤں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ سو تم ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو○ انہوں نے کہا: یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہوگیا۔ کیا تم مجھ سے ان (بتوں کے) ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (خود ہی فرضی طور پر) رکھ لیے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری؟ سو تم (عذاب کا) انتظار کرو میں (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں○‘‘

۷۰۔ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ○ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ○ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ○ (۲)

’’وہ بولے: ہمارے حق میں برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں نہ بنو (ہم نہیں مانیں گے)○ یہ (اور) کچھ نہیں مگر صرف پہلے لوگوں کی عادات (واطوار) ہیں (جنہیں ہم چھوڑ نہیں سکتے)○ اور ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گا○‘‘

۷۱۔ اسی طرح قومِ صالح کی نسبت آیا ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ○ (۳)

’’متکبّر لوگ کہنے لگے: بے شک جس (چیز) پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں○‘‘

۷۲۔ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ○ (۴)

’’وہ بولے: اے صالح! اس سے قبل ہماری قوم میں تم ہی امیدوں کا مرکز تھے، کیا تم ہمیں ان (بتوں) کی پرستش کرنے سے روک رہے ہو جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ہیں؟ اور جس (توحید) کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو یقیناً ہم اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں○‘‘

۷۳۔ پھر قومِ ثمود کے حوالے سے انہی کفار و مشرکین کا ذکر یوں آیا ہے:

---

(۱) الأعراف، ۷:۷۰–۷۱
(۲) الشعراء، ۲۶:۱۳۶–۱۳۸
(۳) الاعراف، ۷:۷۶
(۴) هود، ۱۱:۶۲

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ○[1]

''(قومِ) ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا○''

۷۴۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ○ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ○ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ○[2]

''اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟○ (قومِ) ثمود نے بھی ڈرسنانے والے پیغمبروں کو جھٹلایا○ پس وہ کہنے لگے: کیا ایک بشر جو ہم ہی میں سے ہے، ہم اسکی پیروی کریں، تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے○''

۷۵۔ اسی طرح قومِ شعیب (اَہلِ مدین) کا ذکر یوں آیا ہے:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ○[3]

''وہ بولے! اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم جو کچھ اپنے اموال کے بارے میں چاہیں (نہ) کریں؟ بے شک تم ہی (ایک) بڑے تحمل والے ہدایت یافتہ (رہ گئے) ہو○''

بت پرستی پر کھلا اِصرار

۷۶۔ بت پرستی پر کھلے اصرار کا مضمون قومِ اِبراہیم کے حوالے سے یوں آیا ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ○ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ○ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○[4]

''جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو○ وہ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی پرستش کرتے پایا تھا○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا (سب) صریح گمراہی میں تھے○''

بت پرستی پر فخر

۷۷۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان سوال و جواب کا ذکر آیا ہے جس سے بت پرستی پر فخر کرنا

(۱) الشعراء، ۲۶: ۱۴۱
(۲) القمر، ۵۴: ۲۳–۲۵
(۳) هود، ۱۱: ۸۷
(۴) الأنبیاء، ۲۱: ۵۲–۵۴

ظاہر ہوتا ہے:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ○ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ○ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ○ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ○ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ○ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ○[1]

''انہوں نے کہا: ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور ہم انہی (کی عبادت و خدمت) کے لیے جمے رہنے والے ہیں○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: کیا وہ تمہیں سنتے ہیں جب تم (ان کو) پکارتے ہو؟○ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟○ وہ بولے (یہ تو معلوم نہیں) لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا تھا○ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: کیا تم نے (کبھی ان کی حقیقت میں) غور کیا ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو○ تم اور تمہارے اگلے آباء واجداد (الغرض کسی نے بھی سوچا)؟○ پس وہ (سب بُت) میرے دشمن ہیں سوائے تمام جہانوں کے رب کے (وہی میرا معبود ہے)○ وہ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت فرماتا ہے○ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے○ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے○ اور وہی مجھے موت دے گا پھر وہی مجھے (دوبارہ) زندہ فرمائے گا○ اور اِسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت وہ میری خطائیں معاف فرما دے گا○''

ایک خدا کے تصوّر پر تعجب

۷۸۔ اس باب میں سورۃ ص کا مضمون بڑا واضح ہے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًاج اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ○ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْج اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ○ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِج اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ○[2]

''کیا اس نے سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا رکھا ہے؟ بے شک یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے○ اور اُن کے سردار (ابوطالب کے گھر میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر) چل کھڑے ہوئے (باقی لوگوں سے) یہ کہتے ہوئے کہ تم بھی چل پڑو، اور اپنے معبودوں (کی پرستش) پر ثابت قدم رہو، یہ ضرور ایسی بات ہے جس میں کوئی

(۱) الشعراء، ۲۶: ۷۱–۸۲ (۲) صٓ، ۳۸: ۵–۷

غرض (اور مراد) ہےo ہم نے اس (عقیدۂ توحید) کو آخری ملّتِ (نصرانی یا مذہبِ قریش) میں بھی نہیں سنا، یہ صرف خودساختہ جھوٹ ہےo‘‘

۷۹۔ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَo (۱)

’’اور وہ کہتے ہیں کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم اِن (بتوں) کی پرستش نہ کرتے، انہیں اِس کا (بھی) کچھ علم نہیں ہے وہ محض اَٹکل سے جھوٹی باتیں کرتے ہیںo‘‘

۸۰۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ج فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُo (۲)

’’اور مشرک لوگ کہتے ہیں: اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی پرستش نہ کرتے، نہ ہی ہم اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے (حکم کے) بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، یہی کچھ ان لوگوں نے (بھی) کیا تھا جو اِن سے پہلے تھے، تو کیا رسولوں کے ذمہ (اللہ کے پیغام اور احکام) واضح طور پر پہنچا دینے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟o‘‘

۸۱۔ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَo وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ لا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَo (۳)

’’(نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملّت (و مذہب) پر پایا اور یقیناً ہم انہی کے نقوشِ قدم پر (چلتے ہوئے) ہدایت یافتہ ہیںo اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے وڈیروں اور خوشحال لوگوں نے کہا: بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ و مذہب پر پایا اور ہم یقیناً انہی کے نقوشِ قدم کی اقتداء کرنے والے ہیںo‘‘

کفار کے عقائد کا ردّ

پھر قرآنِ مجید ان کے اِس عقیدے کا ردّ اِن الفاظ میں کرتا ہے:

۸۲۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًاo (۴)

’’فرما دیجیے: اگر اس کے ساتھ کچھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں تو وہ (مل کر)

(۱) الزخرف، ۴۳:۲۰
(۲) النحل، ۱۶:۳۵
(۳) الزخرف، ۴۳:۲۲–۲۳
(۴) بنی إسرائیل، ۱۷:۴۲

مالکِ عرش تک پہنچنے (یعنی اس کے نظامِ اقتدار میں دخل اندازی کرنے) کا کوئی راستہ ضرور تلاش کر لیتےo"

۸۳۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَo (۱)

"اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے پس اللہ جو عرش کا مالک ہے ان (باتوں) سے پاک ہے جو یہ (مشرک) بیان کرتے ہیںo"

۸۴۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَo لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَo (۲)

"بے شک تم اور وہ (بت) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (سب) دوزخ کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہوo اگر یہ (واقعتاً) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گےo"

۸۵۔ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَo (۳)

"کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ (خود) پیدا کیے گئے ہیںo"

۸۶۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَo (۴)

"آپ (ان سے دریافت) فرمائیے کہ کیا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو تخلیق کی ابتداء کرے پھر (زندگی کے معدوم ہو جانے کے بعد) اسے دوبارہ لوٹائے؟ آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی (حیات کو عدم سے وجود میں لاتے ہوئے) آفرینش کا آغاز فرماتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ (بھی) فرمائے گا، پھر تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو؟o"

۸۷۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًاo (۵)

"اور ان (مشرکین) نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے لیے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۲۲

(۲) الأنبياء، ۲۱: ۹۸–۹۹

(۳) الأعراف، ۷: ۱۹۱

(۴) يونس، ۱۰: ۳۴

(۵) الفرقان، ۲۵: ۳

حیات کے اور نہ (ہی مرنے کے بعد) اٹھا کر جمع کرنے کا (اختیار رکھتے ہیں)o‘‘

۸۸۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُo(۱)

’’اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو: بے شک جن (بتوں) کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کرسکتے اگرچہ وہ سب اس (کام) کے لیے جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر لے جائے (تو) وہ اس چیز کو اس (مکھی) سے چھڑا (بھی) نہیں سکتے، کتنا بے بس ہے طالب (عابد) بھی اور مطلوب (معبود) بھیo‘‘

۸۹۔ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَo اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَo(۲)

’’فرما دیجیے: شب و روز (خدائے) رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت و نگہبانی کون کرسکتا ہے، بلکہ وہ اپنے (اسی) رب کے ذکر سے گریزاں ہےo کیا ہمارے سوا ان کے کچھ اور معبود ہیں جو انہیں (عذاب سے) بچا سکیں، وہ تو خود اپنی ہی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے انہیں کوئی تائید و رفاقت میسّر ہوگیo‘‘

۹۰۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍo(۳)

’’فرما دیجیے: تم انہیں بلالو جنہیں تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں ذرّہ بھر کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں، اور نہ ان کی دونوں (زمین و آسمان) میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہےo‘‘

۹۱۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍo(۴)

’’وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو (ایک نظام کے تحت) مسخّر فرما رکھا ہے، ہر کوئی ایک مقرر میعاد کے مطابق حرکت پذیر ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہت ہے، اور اس کے سوا تم جن بتوں کو پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے کے

---

(۱) الحج، ۲۲: ۷۳
(۲) الأنبیاء، ۲۱: ۴۲–۴۳
(۳) سباء، ۳۴: ۲۲
(۴) فاطر، ۳۵: ۱۳

(بھی) مالک نہیں ہیں○''

۹۲۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ○[1]

''اور انہوں نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنالیا ہے اس امید پر کہ ان کی مدد کی جائے گی○ وہ بت اُن کی مدد کی قدرت نہیں رکھتے اور یہ (کفار و مشرکین) اُن (بتوں) کے لشکر ہوں گے جو (اکٹھے دوزخ میں) حاضر کر دیے جائیں گے○''

بت پرستی کا ذکر اور اس کا ردّ

پھر کفار و مشرکین کی بت پرستی کا ذکر کرکے اسے یوں رد کیا گیا ہے:

۹۳۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى○[2]

''کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) پر غور کیا ہے؟○ اور اُس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو بھی (غور سے دیکھا ہے؟ تم نے انہیں اللہ کی بیٹیاں بنا رکھا ہے؟)○''

۹۴۔ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا○[3]

''اور کہتے رہے کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا اور وَدّ اور سُواع اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر (نامی بتوں) کو (بھی) ہرگز نہ چھوڑنا○''

۹۵۔ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ○[4]

''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں؟ آپ فرما دیں: (اے کافرو!) تم اپنے (باطل) شریکوں کو (میری ہلاکت کے لیے) بلالو پھر مجھ پر (اپنا) داؤ چلاؤ اور مجھے کوئی مہلت نہ دو○''

۹۶۔ مَا جَعَلَ اللهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○[5]

---

(۱) یسین، ۳۶:۷۴–۷۵
(۲) النجم، ۵۳:۱۹–۲۰
(۳) نوح، ۷۱:۲۳
(۴) الأعراف، ۷:۱۹۵
(۵) المائدة، ۵:۱۰۳

’’اللہ نے نہ تو بحیرہ کو (امرِ شرعی) مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے○‘‘

قیامت اور بعث بعد الموت کا قطعی اِنکار

اِسی طرح کفار ومشرکین کلیتًا قیامت اور بعث بعد الموت کے بھی منکر تھے۔ اس کا ذکر بھی جگہ جگہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض مقامات ملاحظہ ہوں:

۹۷۔ وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ○ (۱)

’’اور وہ (یہی) کہتے رہیں گے (جیسے انہوں نے پہلے کہا تھا) کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا (اور) کوئی (زندگی) نہیں اور ہم (مرنے کے بعد) نہیں اٹھائے جائیں گے○‘‘

۹۸۔ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ○ (۲)

’’اور اگر آپ (کفار کے انکار پر) تعجب کریں تو ان کا (یہ) کہنا عجیب (تر) ہے کہ کیا جب ہم (مرکر) خاک ہو جائیں گے تو کیا ہم ازسرِنو تخلیق کیے جائیں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، اور انہی لوگوں کی گردنوں میں طوق (پڑے) ہوں گے اور یہی لوگ اَہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○‘‘

۹۹۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوْتُ ط بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ○ (۳)

’’اور یہ لوگ بڑی شدّ ومد سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جائے اللہ اسے (دوبارہ) نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○‘‘

بعث بعد الموت کو ناممکن سمجھنا

۱۰۰۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا○ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا○ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ج فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ط قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ط قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا○ (۴)

---

(۱) الأنعام، ۶:۲۹
(۲) الرعد، ۱۳:۵
(۳) النحل، ۱۶:۳۸
(۴) بنی اسرائیل، ۱۷:۴۹–۵۱

''اور کہتے ہیں: جب ہم (مرکر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں ازسرِنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟o فرما دیجیے: تم پتھر ہو جاؤ یا لوہاo یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں (ان چیزوں سے بھی) زیادہ سخت ہو (کہ اس میں زندگی پانے کی بالکل صلاحیت ہی نہ ہو)، پھر وہ (اس حال میں) کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا، پھر وہ (تعجب اور تمسخر کے طور پر) آپ کے سامنے اپنے سر ہلا دیں گے اور کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ فرما دیجیے: امید ہے جلد ہی ہو جائے گاo''

صرف دنیوی زندگی کو پہلی اور آخری زندگی سمجھنا

۱۰۱۔ ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًاo [1]

''یہ ان لوگوں کی سزا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور یہ کہتے رہے کہ کیا جب ہم (مرکر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم اَزسرِنو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟o''

۱۰۲۔ سورۃ المومنون میں اس مضمون کا ذکر اس طرح آیا ہے:

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ o هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَo اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَo [2]

''کیا یہ (شخص) تم سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (دوبارہ زندہ ہو کر) نکالے جاؤ گےo بعید (از قیاس) بعید (از وقوع) ہیں وہ باتیں جن کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہےo وہ (آخرت کی زندگی کچھ) نہیں ہماری زندگانی تو یہی دنیا ہے ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور (بس ختم)، ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گےo''

۱۰۳۔ وَهُوَ الَّذِیْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَo بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَo قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَo [3]

''اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور شب و روز کا گردش کرنا (بھی) اسی کے اختیار میں ہے۔ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟o بلکہ یہ لوگ (بھی) اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں جس طرح کی اگلے (کافر) کرتے رہے ہیںo یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟o''

---

(۱) بني اسرائيل، ۱۷: ۹۸
(۲) المومنون، ۲۳: ۳۵–۳۷
(۳) المومنون، ۲۳: ۸۱–۸۳

یہی مضمون النمل اور العنکبوت میں یوں بیان ہوا ہے:

۱۰۴۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ○ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ لا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○(۱)

''اور کافر لوگ کہتے ہیں: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے قبروں میں سے) نکالے جائیں گے○ درحقیقت اس کا وعدہ ہم سے (بھی) کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے (بھی) یہ اگلے لوگوں کے من گھڑت افسانوں کے سوا کچھ نہیں○''

۱۰۵۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ○(۲)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا (یعنی غور نہیں کیا) کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتداء فرماتا ہے پھر (اسی طرح) اس کا اعادہ فرماتا ہے۔ بے شک یہ (کام) اللہ پر آسان ہے○''

۱۰۶۔ سورۂ سبا میں ان کے عقیدۂ اِنکارِ آخرت کا ذکر یوں آیا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ○(۳)

''اور کافر لوگ (تعجب و استہزاء کی نیت سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو یقیناً تمہیں (ایک) نئی پیدائش ملے گی○''

اِسی مضمون کو الصافات اور الدخان میں یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۰۷۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ○ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ○(۴)

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم یقینی طور پر (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے)؟○ فرما دیجیے: ہاں اور (بلکہ) تم ذلیل و رسوا (بھی) ہو گے○''

۱۰۸۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ○ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ○ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○(۵)

---

(۱) النمل، ۲۷:۶۷–۶۸
(۲) العنکبوت، ۲۹: ۱۹
(۳) سباء، ۳۴:۷
(۴) الصافات، ۳۷:۱۶–۱۸
(۵) الدخان، ۴۴:۳۴–۳۶

''بے شک وہ لوگ کہتے ہیں○ کہ ہماری پہلی موت کے سوا (بعد میں) کچھ نہیں ہے اور ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے○ سوتم ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ، اگرتم سچے ہو○''

پھر یہی بات سورۃ قٓ میں یوں بیان ہوئی ہے:

۱۰۹۔ ءَاِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ○ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ○ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمۡ فَهُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ○[1]

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہوجائیں گے (تو پھر زندہ ہوں گے)؟ یہ پلٹنا (فہم و ادراک سے) بعید ہے○ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین اُن (کے جسموں) سے (کھا کھا کر) کتنا کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس (ایسی) کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے○ بلکہ (عجیب اور فہم و ادراک سے بعید بات تو یہ ہے کہ) انہوں نے حق (یعنی رسول ﷺ اور قرآن) کو جھٹلادیا جب وہ اُن کے پاس آچکا سو وہ خود (ہی) الجھن اور اضطراب کی بات میں (پڑے) ہیں○''

۱۱۰۔ اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ بَلۡ هُمۡ فِیۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ○[2]

''سو کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے کے باعث تھک گئے ہیں؟ (ایسا نہیں) بلکہ وہ لوگ ازسرِ نو پیدائش کی نسبت شک میں (پڑے) ہیں○''

سورۃ الواقعہ میں یہی مضمون اس طرح آیا ہے:

۱۱۱۔ وَ کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ اَئِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ○[3]

''اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک (کا ڈھیر) اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے○''

۱۱۲۔ وَ کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ اَئِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ○ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ○ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ○[4]

''اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک (کا ڈھیر) اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کیے جائیں گے)○ آپ فرما دیں بے شک اگلے اور پچھلے○ (سب کے سب) ایک معیّن دِن کے مقررّہ وقت پر جمع کیے جائیں گے○''

---

(۱) قٓ، ۵۰:۳–۵

(۲) قٓ، ۵۰:۱۵

(۳) الواقعۃ، ۵۶:۴۷

(۴) الواقعۃ، ۵۶:۴۷–۵۰

۱۱۳۔ نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ○[1]

''ہم ہی نے تمھیں پیدا کیا تھا پھر تم (دوبارہ پیدا کیے جانے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے؟○''

پھر سورۃ القیامہ میں کفار و مشرکین کی اسی سوچ کا ذکر اس طرح آیا ہے:

۱۱۴۔ لَاۤ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ○[2]

''میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی○''

۱۱۵۔ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ○ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ○[3]

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو (جو مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی) ہرگز اِکٹھا نہ کریں گے○ کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی اُنگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کر دیں○''

۱۱۶۔ اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡـِىَۧ الۡمَوۡتٰى○[4]

''تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو پھر سے زندہ کر دے○''

۱۱۷۔ سورۃ النازعات میں کفار کی یہی سوچ یوں بیان ہوئی ہے:

يَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِى الۡحَافِرَةِ○ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً○ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ○[5]

''(کفّار) کہتے ہیں: کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پلٹائے جائیں گے؟○ کیا جب ہم بوسیدہ (کھوکھلی) ہڈیاں ہو جائیں گے (تب بھی زندہ کیے جائیں گے)؟○ وہ کہتے ہیں: یہ (لوٹنا) تو اس وقت بڑے خسارے کا لوٹنا ہوگا○''

الغرض آپ نے مذکورہ بالا چند نمونوں سے اِس اَمر کا بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ غیر اَہلِ کتاب کفار و مشرکین کے عقائد کے ضمن میں قرآن مجید سرے سے اور موضوعات پر بات کرتا ہے، جب کہ اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ضمن میں بالکل مختلف موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔

عام کفار و مشرکین کے عقائد کے ردّ پر مشتمل آیات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ وہ اَقوام

---

(۱) الواقعة، ۵۶:۵۷
(۲) القیامة، ۷۵:۱
(۳) القیامة، ۷۵:۳–۴
(۴) القیامة، ۷۵:۴۰
(۵) النازعات، ۷۹:۱۰–۱۲

اور طبقات تھے جو سرے سے انبیاء کرام اور رُسل عظام کو مانتے ہی نہیں تھے، نہ بعثت اور رسالت کے اُصولی تصور کے قائل تھے اور نہ ان کی دعوتِ توحید پر کان دھرتے تھے، نہ وحیِ الٰہی کو مانتے تھے اور نہ ہی اس کے ذریعے پہنچائی گئی تعلیماتِ ربانی کو قبول کرتے تھے۔ نہ ان کا عقیدہ، آخرت اور یومِ حساب پر تھا اور نہ ہی بعث بعد الموت پر۔ نہ ان کے پاس کوئی منزل من اللہ دین تھا، نہ شریعت و ملت، نہ ان کی کوئی آسمانی کتاب تھی اور نہ سلسلۂ انبیاء میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق، وہ اَوّلاً و آخراً کافر و مشرک تھے، اُنہوں نے روزِ اَوّل سے پیغامِ حق کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ سو ان کی روش حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر بعثتِ محمدی تک ایک ہی رہی۔ ان کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ان کا عقیدہ کبھی درست رہا ہو اور بعد ازاں تحریف کے باعث بگاڑ کا شکار ہو گیا ہو، یا وہ پہلے زمانوں کے بعض انبیاء اور رسولوں پر ایمان لائے ہوں اور انہی کی اُمت رہنے پر مصر ہوں، اس وجہ سے انہوں نے رسالتِ محمدی ﷺ کا انکار کر دیا ہو اور کافر بن گئے ہوں۔ نہیں! وہ روزِ اَوّل سے ہی ایمان نہیں لائے، وہ کبھی مومن نہیں رہے۔ اس لیے ایسے تمام طبقات خواہ وہ بت پرست ہیں یا سورج پرست، ستارہ پرست ہیں یا آتش پرست، ملائکہ پرست ہیں یا مظاہر پرست، حتی کہ دریاؤں، درختوں، جانوروں اور مورتیوں سمیت کسی بھی شے کی پوجا کرتے ہیں یا سرے سے کوئی خدا ہی نہیں مانتے، وہ سب ایک ہی قسم میں شمار ہوتے ہیں، جسے غیر اِلہامی مذاہب کہا جاتا ہے۔ یہ کسی بھی آسمانی کتاب اور شریعت کو نہ ماننے کے باعث (believers) کے زُمرے میں نہیں آتے۔ جب کہ اَہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) تورات اور اِنجیل پر آج بھی اُسی طرح اپنا عقیدہ رکھتے ہیں جیسے عہدِ رِسالت مآب ﷺ اور نزولِ قرآن کے زمانے میں رکھتے تھے۔ یعنی ان کے ہاں تحریفِ کتاب اور فسادِ عقائد کی خرابیاں اُس وقت بھی موجود تھیں اور آج بھی وہی ہیں، کوئی نئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید نے بایں ہمہ ان کا عنوانِ 'اَہلِ کتاب' برقرار رکھا اور بعض اہم دینی معاملات میں ان کے احکام بھی دیگر کفار و مشرکین سے جدا رکھے (جن کا ذکر آگے آئے گا)۔ اس لیے یہ وسیع معنی میں 'believers' یعنی 'آسمانی کتاب کو ماننے والے' کہلاتے ہیں۔ اس کا معنی 'اَہلِ ملّت اور اَہلِ دعویٔ توحید' ہونا بھی ہے۔ یہی تصریح جلیل القدر ائمہِ فقہ و عقائد نے اپنی کتب میں کی ہے (جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے)۔

۶۔ سیرتِ نبوی کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کفار و مشرکین کے درمیان فرق

ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ کی روشنی میں مکی اور مدنی، دونوں اَدوار میں اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب کے درمیان کئی اِعتبار سے نمایاں فرق نظر آتا ہے، جس کا تعین قرآن مجید اور آپ ﷺ کے کئی تاریخی اِقدامات اور اِرشادات سے ہوتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) کئی اَہلِ کتاب مومنین اور صالحین تھے

قرآن مجید میں بعض اَہلِ کتاب کے اِیمان اور اَعمالِ صالحہ کی نسبت واضح اِرشادات ملتے ہیں، جیسے کہ سورۃ الاَعراف میں فرمایا گیا ہے:

۱۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ○[۱]

''اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے ایک جماعت (ایسے لوگوں کی بھی) ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل (پر مبنی فیصلے) کرتے ہیں○''

۲۔ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○[۲]

''اور بے شک کچھ اَہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی (ایمان لاتے ہیں) جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے○''

(۲) نصاریٰ بلحاظِ محبت مسلمانوں کے قریب تر ہیں

اس حوالے سے ارشادِ ربانی ملاحظہ ہو:

۳۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ○[۳]

''اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں علماءِ (شریعت بھی) ہیں اور (عبادت گزار) گوشہ نشین بھی ہیں اور (نیز) وہ تکبر نہیں کرتے○''

قرآن مجید کا نصاریٰ (Christians) کے حق میں یہ تبصرہ اتنا اچھوتا ہے جو کبھی بھی عام کفار و مشرکین کے حق میں کسی مصالحت و مسالمت کے دور میں بھی نہیں کیا گیا۔ پھر اس کی وجہ یہ مماثلت بیان کی گئی

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۹
(۲) آل عمران، ۳:۱۹۹
(۳) المائدة، ۵:۸۲

ہے کہ ان میں اَہلِ شریعت بھی ہیں اور اَہلِ روحانیت بھی۔ یعنی ظاہری اَحکام کے ماہرین و متخصصین بھی ہیں اور باطنی و روحانی اِصلاح کے لیے مجتہدین و مرتاضین بھی۔ اِسی طرح کی تقسیم مسلمانوں میں بھی صحابہ کرام ﷡ سے لے کر سلف صالحین تک اور بعد کے زمانوں میں بھی علماء وفقہاء اور زُہّاد و صالحین کے طبقات کی صورت میں نظر آتی ہے۔ یہ گوشہ دونوں طبقات (یعنی مسلمانوں اور اَہلِ کتاب) میں کافی بنیادی اِشتراکات رکھتا ہے، ہر چند کہ اَحکام و مسائلِ شریعت کی تفصیلات کے لحاظ سے دونوں کے طریقے کتنے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

مذکورہ بالا آیت میں سے مسیحیوں (Christians) سے متعلق درجِ ذیل حصہ غور طلب ہے:

’’وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى.‘‘

’’اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔‘‘

(۳) قرآن نے مسیحی مملکت حبشہ کو صحابہ کی جان اور ایمان کی حفاظت کے لیے بہترین ٹھکانہ قرار دیا

۴۔ قرآن مجید میں ہجرتِ حبشہ کی نسبت اِرشاد فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۱)

’’اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر (طرح طرح کے) ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور انہیں دنیا (ہی) میں بہتر ٹھکانا دیں گے، اور آخرت کا اجر تو یقیناً بہت بڑا ہے، کاش! وہ (اس راز کو) جانتے ہوتے ۝‘‘

امام قرطبی اپنی تفسیر ’’الجامع لأحکام القرآن‘‘ میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

وَقَالَ قَتَادَةُ: الْمُرَادُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، ظَلَمَهُمُ الْمُشْرِكُونَ بِمَكَّةَ وَأَخْرَجُوهُمْ حَتّٰى لَحِقَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بِالْحَبَشَةِ، ثُمَّ بَوَّأَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى دَارَ الْهِجْرَةِ، وَجَعَلَ لَهُمْ أَنْصَارًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. (۲)

’’اور حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے مراد حضور ﷺ کے وہ صحابہ کرام ﷡ ہیں جن پر مشرکینِ مکہ

(۱) النّحل، ۱۶:۴۱ (۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰:۱۰۷

نے مظالم ڈھائے اور انہیں (وہاں سے) نکال دیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک گروہ حبشہ چلا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دار الہجرت کا ٹھکانا عطا فرمایا اور مومنوں میں سے ان کے مددگار بنائے۔''

امام ابن ابی حاتم رازی اور امام ابن جریر طبری نے بھی 'بہترین ٹھکانے' کی طرف ہجرت سے مراد ہجرتِ حبشہ اور بعدازاں ہجرتِ مدینہ دونوں مراد لی ہیں۔[1] اور ان جگہوں (اَوّلاً حبشہ اور بعد ازاں مدینہ) کو لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کے تحت شمار کیا گیا ہے۔

امام مکی بن ابی طالب المقری نے 'الهداية إلى بلوغ النهاية' میں اِس آیت کریمہ کے تحت ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس آیت کا اِشارہ ہجرتِ مدینہ کی طرف نہیں بلکہ صرف ہجرتِ حبشہ کی طرف ہے کیوں کہ یہ آیت مکہ میں ہجرتِ حبشہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔''[2]

اِس اَمر کی تصریح امام ابن عطیہ نے بھی المحرر میں کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وهم الّذين هاجروا إلى أرض الحبشة. هذا قول الجمهور، وهو الصحيح في سبب هذه الآية، لأن هجرة المدينة لم تكن وقت نزول الآية.[3]

''اور (زیر بحث آیت میں مراد) وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہی جمہور کا قول ہے اور اِس آیت کے سببِ نزول کے لحاظ سے درست بھی یہی ہے کیوں کہ اس آیت کے نزول کے وقت ہجرتِ مدینہ نہیں ہوئی تھی۔''

یہی بات امام ابو حیان نے البحر المحیط میں لکھی ہے کہ یہ آیت صرف ہجرتِ حبشہ سے متعلق ہے کیونکہ اس کے نزول کے وقت ہجرتِ مدینہ نہیں ہوئی تھی، اور یہی صحیح ہے۔[4]

(۴) حبشہ کے مسیحی حکمران اَصحمہ النجاشی کو مسلمانوں کے لیے بہترین میزبان اور محافظ قرار دیا گیا

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۷:۲۲۸۴، رقم: ۲۱۵۱۸
۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴:۱۰۷

(۲) مکی بن أبی طالب المقری، الهداية إلى بلوغ النهاية، ۶:۳۹۹۶

(۳) ابن عطية، المحرر الوجيز فی تفسیر الکتاب العزیز، ۳:۳۹۴

(۴) أبو حیان، البحر المحیط، ۵:۴۹۲

۵۔ اِسی ضمن میں سورۃ العنکبوت میں ارشاد ربانی ہے:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ○(۱)

''اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے ہو بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو○''

اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ولهذا لما ضاق على المستضعفين بمكة مقامهم بها، خرجوا مهاجرين إلى أرض الحبشة، ليأمنوا، على دينهم هناک، فوجدوا هناک خير المنزلين، أصحمة النجاشي ملک الحبشة، رحمه الله، آواهم وأيدهم بنصره. (۲)

''یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سرزمینِ مکہ تنگ ہوگئی اور اُن کے لیے وہاں قیام کرنا مشکل ہوگیا تو انہوں نے اپنا دین بچانے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔ وہاں انہیں شاہِ حبشہ اَصحمہ النجاشیؒ کی صورت میں بہترین میزبان مل گیا، جس نے مہاجرین کی بھرپور تائید و نصرت کی اور انہیں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔''

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کو 'سچائی کی سرزمین' کہا حالانکہ وہ ملک اور اس کا حکمران مسیحی المذہب تھا

اِمام اِبن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ جب کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کے بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ یاد رہے کہ یہ ہجرت اعلانِ نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی۔ اِبتداءً سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول سمیت پندرہ اَفراد نے ہجرت کی۔ بعدازاں حبشہ کی نسبت اچھی خبریں پا کر مزید صحابہ و صحابیات شاملِ ہجرت ہوتے گئے اور مجموعی طور پر مہاجرین کی تعداد بیاسی تک پہنچ گئی۔ اسی وجہ سے اسے حبشہ کی طرف ہجرتِ ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وقتِ ہجرت جو خطاب فرمایا اس کے کلمات توجہ طلب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ حبشہ کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ خَرَجْتُمْ إِلٰی أَرْضِ الْحَبَشَۃِ، فَإِنّ بِھَا مَلِکًا لَا یُظْلَمُ عِنْدَہُ أَحَدٌ، وَھِیَ أَرْضُ صِدْقٍ، حَتّٰی یَجْعَلَ اللهُ لَکُمْ فَرَجًا. فَخَرَجَ عِنْدَ ذٰلِکَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلٰی أَرْضِ

(۱) العنکبوت، ۲۹:۵۶

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۶:۲۹۰

الْحَبَشَةِ، مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ وَفِرَارًا إِلَى اللهِ بِدِينِهِمْ، فَكَانَتْ أَوَّلَ هِجْرَةٍ كَانَتْ فِي الْإِسْلَامِ.(۱)

''اگر تم لوگ ملک حبشہ چلے جاؤ تو بہتر ہے کیوں کہ وہاں کے بادشاہ کی سلطنت میں کسی پر بھی ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی اور راستی کی سرزمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی فرما دے۔ چنانچہ اِس حکم نبوی ﷺ کو سُن کر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور یہ تاریخِ اِسلام میں پہلی ہجرت تھی۔''

یہی کلمات سرزمینِ حبشہ اور نجاشی کے بارے میں امام طبری نے بھی 'تاریخ الأمم والملوک' میں روایت کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ.(۲)

''اس ملک کا بادشاہ ایسا ہے کہ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور یہ سچائی کی سرزمین ہے۔''

اِنہی کلمات کو امام ذہبی نے 'تاریخ الإسلام (۱:۱۸۴)' میں اور حافظ ابن کثیر نے 'البدایة والنهایة (۳:۵۵)' میں روایت کیا ہے؛ الغرض ابن الاثیر الجزری سمیت کثیر ائمہ تاریخ و حدیث نے اِسے روایت کیا ہے۔ امام بدر الدین العینی نے بھی عمدة القاری شرح صحیح البخاری کی کتاب الجمعة میں انہی کلمات کو بیان کیا ہے۔

نہایت غور طلب نکتہ

یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ جہاں مسلمانوں پر کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم بڑھ جانے کی صورت میں ان کی جان و مال اور دین و ایمان کی حفاظت کے لیے سرزمینِ حبشہ کا انتخاب کیا گیا، وہاں اسے 'اچھی پناہ گاہ' اور 'سچائی کی سرزمین' کے اَلقابات سے بھی نوازا گیا؛ جب کہ اس ملک کے تمام باشندے مذہباً مسیحی تھے اور اس کا بادشاہ نجاشی بھی عیسائی تھا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ابھی تک اسے حضور ﷺ کے مبعوث ہو جانے کی خبر بھی نہیں تھی۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے اِس کے ملک کو مسلمانوں کے 'دین و ایمان' کے لیے محفوظ پناہ گاہ قرار دیا اور اس مملکت کو 'اَرضِ صدق (سچائی کی سرزمین)' کے نہایت معزز و مکرم لقب سے بھی نوازا؛ اور یہ سب کچھ اس کے قبولِ اِسلام سے پہلے فرمایا گیا ہے۔ امام ابن اسحاق، امام طبرانی اور امام ابن عساکر اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

لما نزلنا أرض الحبشة جاورنا بها خير جار النجاشي، أمنًّا على ديننا، وعبدنا الله لا

(۱) ابن ہشام، السیرة النبویة، ۱:۳۳۱ (۲) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۵۴۷

نؤدى، ولا نسمع شياءً نكرهه.[1]

''جب ہم حبشہ میں شاہ نجاشی کے پاس تھے تو بہت پُر اَمن ماحول میں رہتے تھے، ہم اپنے دین کے حوالے سے بے خوف ہوگئے تھے، سو ہم نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی جو پہلے نہ کرسکتے تھے اور ہم وہاں کوئی ناگوار بات نہ سنتے تھے۔''

اِسی طرح امام ابن اِسحاق نے 'السیرۃ' میں، امام ابونعیم نے 'الدلائل' میں، امام ابن عساکر نے 'التاریخ' میں اور حافظ ابن کثیر نے 'البدایۃ والنہایۃ' میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اَصحمہ النجاشی نے حضور ﷺ کے اَوصاف اور تعلیمات کا ذکر سنا تو رو پڑا۔ پھر اس نے اپنے دربار میں برملا کہا:

مرحباً بكم وبمن جئتم من عنده، أشهد أنه رسول الله، وأنه الذى نجد فى الإنجيل، وأنه الرسول الذى بشر به عيسىٰ ابن مريم، أنزلوا حيث شئتم، والله لولا ما أنا فيه من الملك لأتيته حتىٰ أكون أنا الذى أحمل نعليه. وأمر لنا بطعام وكسوة. ثم قال: اذهبوا فأنتم آمنون. من سبكم غرم، من سبكم غرم، من سبكم غرم.[2]

''تمہیں خوش آمدید! اور اُس ہستی کو بھی جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور بے شک آپ وہی ہیں جن کا ذکر ہم اِنجیل میں پاتے ہیں۔ اور آپ وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ (مسلمانو!) تم جہاں چاہو آزادانہ ٹھہر سکتے ہو۔ بخدا! اگر میں اس ملک کا حکمران نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، یہاں تک کہ میں آپ کا پاپوش بردار بنتا (یعنی آپ ﷺ کے نعلین اٹھایا کرتا)۔ پھر نجاشی نے ہمیں کھانا اور لباس فراہم کیے جانے کا حکم دیا۔ پھر کہا: جاؤ! تم لوگ اَمن میں ہو۔ جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی، جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی، جس نے بھی تمہیں برا بھلا کہا اسے سزا ملے گی۔''

اب دیکھیے! ایک طرف کفار و مشرکینِ مکہ کے مظالم ہیں اور دوسری طرف اَہلِ کتاب کی ایک مملکت جسے 'سچائی کی سرزمین' قرار دیا جا رہا ہے اور اس کے صالح مسیحی حکمران کو مسلمانوں کے دین کا محافظ ٹھہرایا جا رہا ہے، اور وہ اپنے عمل سے فرمانِ رسول ﷺ کو سچا بھی ثابت کر رہا ہے۔

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱:۳۴۱

(۲) یوسف صالحی، سبل الهدىٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، الباب التاسع عشر: فی رجوع القادمین من الحبشۃ إلیها والهجرۃ الثانیۃ، ۲:۳۹۱

ایسا اِستثنائی طرزِ عمل دیگر کفار و مشرکین کے کسی قبیلے یا مملکت سے کبھی متوقع نہ تھا۔ اس کی گنجائش بعض اَہلِ کتاب میں ہی ہوسکتی تھی، جس کے باعث حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو وہیں جا کر آباد ہونے کی تلقین فرمائی۔

ایک اور قابلِ توجہ واقعہ

امام ابن ہشام نے ’السیرۃ‘ میں اور حافظ ابن کثیر نے ’البدایۃ والنہایۃ‘ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مزید روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ”ہمارے قیام کے دوران ایک حبشی شخص نے نجاشی کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ خدا کی قسم! ہم اِس قدر اداس اور پریشان کبھی نہ ہوئے تھے جس قدر اس دن ہوئے، اس خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں یہ شخص نجاشی کی حکومت کا تختہ نہ اُلٹ دے اور برسر اِقتدار نہ آجائے۔ پھر ممکن ہے کہ یہ شخص ہم مسلمانوں کے حقوق کو اس طرح تسلیم نہ کرے اور ہماری اس طرح حفاظت نہ کرے جیسے نجاشی کر رہا ہے۔ چنانچہ نجاشی کی فوج اور اس کا لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ہم سب نجاشی کی حکومت کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ اچانک زبیر بن العوام نے ہمیں آکر خوش خبری دی کہ نجاشی فتح یاب ہوگیا ہے اور اس کا دشمن شکست کھا چکا ہے۔ خدا کی قسم! ہم اس دن اس قدر خوش ہوئے کہ اتنی خوشی کبھی نہ ہوئی تھی۔“

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو جملے بطور خاص ملاحظہ ہوں:

۱۔ فَجَعَلْنَا نَدْعُوا اللهَ، وَنَسْتَنْصِرُهُ لِلنَّجَاشِي.

”پس ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجاشی کی فتح یابی کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔“

اور

۲۔ ألا! أبشروه، فقد أظهر الله النجاشي، فو الله! ما علمنا فرحنا بشيء قط فرحنا بظهور النجاشي.(۱)

”آگاہ ہو جاؤ! خوشیاں مناؤ! اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو غلبہ عطا فرما دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ ہمیں نجاشی کی فتح و کامرانی پر ہونے والی خوشی سے زیادہ خوشی کسی اور موقع پر ہوئی ہو (یعنی اتنی خوشی کسی اور موقع پر کبھی نہیں ہوئی تھی)۔“

(۶) نجاشی کے مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر باری تعالیٰ کا حسنِ جزا

(۱) ۱۔ ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، ۱:۲۵۰
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: ۱:۳۴۴-۳۴۵
۳۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۳:۷۵

سنن ابی داود کی کتاب الجهاد میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرٰی عَلٰی قَبْرِهٖ نُورٌ. (۱)

''جب (شاہِ حبشہ) نجاشی فوت ہوگئے تو ہم کہا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر ہمیشہ نور برستا ہوا دکھائی دیتا ہے۔''

(۷) نجاشی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسنِ سلوک پر حضور ﷺ کا حسنِ عطا

بخاری و مسلم کتاب الجنائز اور کتاب المناقب میں مروی ہے کہ:

''جب حبشہ میں نجاشی کی وفات ہوئی تو خود حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی خبر دی اور آپ ﷺ نے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۲) علماء فرماتے ہیں کیونکہ وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا، اِس لیے حضور ﷺ نے اس کے اِحسان کا بدلہ اَعلیٰ اِحسان سے چکایا۔'' (۳)

(۸) نجاشی نے باقاعدہ قبولِ اِسلام کب کیا؟

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ نجاشی نے باقاعدہ قبولِ اِسلام حضور ﷺ کے اس خط کے نتیجے میں کیا تھا جو آپ ﷺ نے اُس کی طرف مدنی دور میں لکھا تھا جب کہ آپ ﷺ نے قیصرِ روم، کسریٰ ایران اور والیِ مصر کی طرف بھی دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ سب خطوط ایک ہی وقت لکھے گئے؛ جب کہ نجاشی مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس کے لیے بے پناہ اِظہارِ محبت و عقیدت باقاعدہ دعوتِ اِسلام پانے سے بھی کم و بیش دس بارہ سال پہلے سے کرتا آ رہا تھا۔ یہ تمام واقعہ بعض اَہلِ کتاب اور دیگر کفار و مشرکین کے عقیدہ و کردار میں نمایاں فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

(۹) ہجرتِ نبوی ﷺ کے لیے سرزمینِ مدینہ کا انتخاب کیوں؟

اِسی طرح دوسرا واقعہ 'ہجرتِ مدینہ' کا ہے، جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ صرف اس قدر سمجھنا کافی ہے کہ جب مکہ میں مسلمانوں کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا ہوگئیں اور اسلام کے فروغ کی راہیں مسدود ہوگئیں یہاں تک کہ کفار و مشرکینِ مکہ نے ننگی تلواروں کے ساتھ کاشانۂ نبوی کا محاصرہ کر لیا تو اس وقت جس شہر

---

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب فی النور یری عند قبر الشهید، ۳:۱۶، رقم: ۲۵۲۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی إلی أهل المیت بنفسه، ۱:۴۲۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب موت النجاشی، ۳:۱۴۰۷

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازة، ۲:۶۵۶

(۳) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳:۱۸۸

’یثرب‘ کا ہجرت کے لیے انتخاب کیا گیا وہ بھی ’اَہلِ کتاب‘ کا قدیمی مسکن تھا۔ پھر بیعتِ عقبہ اُولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ میں اس وقت یثرب سے آ کر جن درجنوں لوگوں نے صحبتِ نبوی کے طویل مواقع پائے بغیر حضور ﷺ کے دستِ اَقدس پر قبولِ اِسلام کی بیعت کر لی تھی، وہ بھی اَصلاً اَوس و خزرج کے قبائل سے تعلق رکھنے والے ’اَہلِ کتاب‘ ہی تھے۔

سوال یہ ہے کہ اِسلام کے لیے ان کی اتنی جلد آمادگی اور اتنے مضبوط ایمانی تحرک کا سبب کیا تھا؟ یہ سبب اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی سے تورات و اِنجیل میں حضور ﷺ کے تذکرے پڑھ رکھے تھے، اور وہ آپ ﷺ کی نبوت و رِسالت کی علامات سے واقف تھے! سو انہوں نے ’منیٰ‘ کے میدان میں جب حضور ﷺ کی زیارت کی تو جن مزاجوں کی زمین میں پہلے ہی سے ایمان کا بیج موجود تھا اور انہیں حضور ﷺ کے مقام اور عظمتِ شان سے آ گہی نصیب تھی، وہ آپ ﷺ کو دیکھتے اور سنتے ہی ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کے نقباء اور نمائندگان بن کر ’مدینہ‘ میں اِسلام کے مشن کے لیے کام کرنے لگے حالانکہ انہوں نے کفارِ مکہ کی طرح نہ تو چاند کو ٹکڑے ہوتا دیکھا تھا، نہ وہ سفرِ معراج کے عینی شاہد تھے اور نہ ہی انہیں دیگر عظیم معجزات کا دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ ایسی قلبی سازگاری اور ذہنی ہمواری - جو اَہلِ کتاب کو میسر تھی - کفار و مشرکین کو بالعموم نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ اُنہوں نے ہجرتِ مدینہ سے قبل ہی آپ ﷺ کی آمد کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی۔ مستزاد یہ کہ بعد اَز ہجرت جو صحابہ کرام ﷺ ’اَنصار‘ کہلائے وہ بھی سارے کے سارے پہلے ’اَہلِ کتاب‘ ہی تھے۔ گویا ان میں قبولِ اسلام کی بنیادی صلاحیت اور رغبت دوسروں کی نسبت زیادہ تھی اور اس سرزمین اور سوسائٹی میں بھی مکہ اور کفارِ مکہ کی نسبت رِسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے کے امکانات زیادہ تھے۔ اِسی وجہ سے اس سرزمین کو منتخب کیا گیا۔

(۱۰) مکہ اور مدینہ میں لوگوں کے قبولِ اِسلام کی رفتار اور تعداد میں فرق

عام کفار و مشرکین اور اَہلِ کتاب میں فرق کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے ۵۳ برس مکہ معظّمہ میں گزارے تھے اور اِعلانِ نبوت کے بعد کے ۱۳ برس بھی وہیں دعوتِ اسلام میں صرف فرمائے تھے۔ اس کے نتیجے میں تین سو (۳۰۰) سے کچھ زائد اَفراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے جب کہ نہایت عظیم معجزات کا ظہور بھی اسی زمانے میں ہوا۔

اِس کے برعکس ہجرتِ مدینہ کے آٹھویں سال (یعنی ۸ ہجری میں) جب حضور ﷺ فتحِ مکہ کے لیے تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ساتھ آنے والے جاں نثار صحابہ کی تعداد دس ہزار (۱۰،۰۰۰) ہو چکی تھی۔ اس سے آپ قبولِ اسلام کی رفتار کا فرق دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عام کفار و مشرکین کلیتًا عقیدۂ توحید کے ہی مخالف تھے؛ اِسی طرح نبوت و رسالت، وحی اور تعلیماتِ اِلٰہیہ کے بھی اَصلاً منکر تھے۔ انہیں دینِ اسلام کو قبول کرنے کے لیے بہت سی دشوار گزار گھاٹیاں عبور کرنا پڑتی تھیں جب کہ اَہلِ کتاب ان تمام تصورات اور

تعلیمات سے خوب شناسا تھے اور اُصولی طور پر قائل بھی تھے۔ ایمان کی راہ میں ان کی بڑی رکاوٹ صرف ایک تھی اور وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل سے مبعوث ہوئے تھے حالانکہ وہ خود صدیوں پہلے، اس کھجوروں والے شہر 'مدینہ' میں آباد ہی حضور ﷺ کے لیے ہوئے تھے۔ پھر ان کی کئی نسلیں آپ ﷺ ہی کی آمد کے انتظار میں دُنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ انہیں اَصلاً کوئی انکار نہ تھا بلکہ انتظار تھا۔ جب دیکھا کہ رسول آخر الزماں ﷺ، جن کے لیے وہ خود مدت سے منتظر تھے بنی اسرائیل سے نہیں آئے، بلکہ بنی اسماعیل سے آ گئے ہیں تو کئی لوگ نسلی حسد وعناد کے باعث کافر ہوگئے اور کئی سلامتِ طبع کے باعث مومن بن گئے۔ اب بھی عام کافر ومشرک اور کتابی کافر کے درمیان اس طرح کا کچھ نہ کچھ فرق ضرور دیکھنے کو ملتا ہے جس کی وجہ سے اَہلِ کتاب بالخصوص مسیحیوں میں قبولِ اِسلام کے اِمکانات دیگر تمام طبقات کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ (میں نے خود اس حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ عمر بھر کیا ہے۔) کیونکہ انہیں اسلام کے بنیادی تصورات سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوتی، صرف جہالت اور بے خبری کا پردہ اُٹھانے کی دیر ہوتی ہے یا تہمتوں کی گرد کو جھاڑ کر اسلام کا اصل خوبصورت چہرہ دکھانے کی دیر ہوتی ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی دیگر کفار کے مقابلے میں جلد آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دُنیا میں قبولِ اسلام کی شرح کا موزانہ کیا جائے تو مسیحیوں میں دیگر تمام مذاہب کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اسی فرق سے اِلہامی اور غیر اِلہامی مذاہب کی تقسیم کی حقیقت سمجھی جا سکتی ہے۔

(۱۱) میثاقِ مدینہ کے ذریعے حضور ﷺ نے یہود اور مسلمانوں کو ایک اِجتماعی وحدت کا حصہ بنا دیا

اَہلِ کتاب اور غیر اَہلِ کتاب میں فرق کا ایک اور اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس سنتِ مبارکہ سے بھی ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد اَہلِ کتاب سے معاہدہ فرمایا اور انہیں شریکِ صحیفہ کیا، تو جو کلمات ان کے لیے تحریر کروائے تھے وہ کبھی غیر کتابی کفار ومشرکین کے لیے ادا نہیں فرمائے۔

امام ابن اسحاق 'السیرة' میں، امام ابوعبید قاسم بن سلام اور امام حمید بن زنجویہ 'کتاب الأموال' میں، ابن ہشام 'السیرة' میں، السہیلی 'الروض الأنف' میں، ابن سید الناس 'عیون الأثر' میں، حافظ ابن کثیر 'البدایة والنہایة' میں، النویری 'النہایة' میں، ابن الاثیر الجزری 'النہایة' میں، امام منصور بن الحسن 'نثر الدرر' میں، الصاغانی 'العباب' میں، ابن تیمیہ 'الصارم المسلول' میں، ابن القیم 'أحکام أهل الذمة' میں، امام بیہقی 'السنن الکبریٰ' میں، امام زرقانی 'شرح المواهب للقسطلانی' میں، اَلغرض تمام اَئمہ سیر وتاریخ نے 'صحیفہ مدینہ (معاہدۂ یہود)' کو کامل نص کے ساتھ یا مختصراً اور جزواً روایت کیا ہے، جو امام ابن شہاب زہریؒ اور دیگر سے کئی طرق کے ساتھ مروی ہے۔

اِس 'صحیفہ' کے افتتاحی الفاظ ملاحظہ ہوں:

هذا كتاب رسول الله ﷺ بين المؤمنين وأهل يثرب وموادعته يهودها، مقدمه المدينة أن رسول الله ﷺ كتب بهذا الكتاب: هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمّدٍ النّبِيّ رسول الله ﷺ، بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وأهلِ يَثْرِب، وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ، فحَلَّ مَعَهُمْ، وَجَاهَدَ مَعَهُمْ، إنّهُمْ أُمّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النّاسِ. (۱)

''یہ معاہدہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد مومنین اور اَہلِ یثرب کے مابین ہے اور یہود کو بھی اِس معاہدۂ مصالحت میں شامل کیا گیا ہے۔ ...... یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے دستوری تحریر (و دستاویز) ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اَہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ یہ سب مل کر بقیہ لوگوں کے سوا ایک ہی اُمت ہیں۔''

امام ابن اِسحاق نے ابتدائی حصہ یوں بھی روایت کیا ہے:

كتب رسول الله ﷺ كتاباً بين المهاجرين والأنصار، وَادعَ فيه يهود وعاهدهم، وأقرهم على دينهم وأموالهم، وشرط لهم، واشترط عليهم.

بسم الله الرحمٰن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبى بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب، ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم. إنهم أمة واحدة من دون الناس. (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور اَنصار کے درمیان ایک معاہدہ لکھا، اور یہود کو بھی اِس معاہدۂ مصالحت میں شریک کیا اور اُنہیں (باقاعدہ) فریقِ معاہدہ بنایا؛ اور اُنہیں اُن کے دین اور کاروبار و اَموال (کی آزادی) پر برقرار رکھا۔ اور اُن کی کچھ شرائط مانیں اور بعض شرائط کا انہیں پابند کیا۔

''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ یہ پیغمبر محمد ﷺ کی جانب سے ایک عہد نامہ ہے قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین اور اُن لوگوں کے مابین جو اِن سے آکر ملے اور جنگ میں اِن

---

(۱) ۱۔ حميد بن زنجويه، كتاب الأموال، ۱:۳۹۳
۲۔ أبو عبيد قاسم بن سلام، كتاب الأموال، ۱:۳۹۳
۳۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۴۹۷
۴۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳:۲۲۴

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۴۹۷
۲۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۸:۱۰۶
۳۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳:۲۲۴

کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ یہ سب مل کر ایک ہی اُمت ہیں، بقیہ لوگوں کے سوا۔“

الصحیفۃ کی ابتداء میں ہی حضور ﷺ نے قریش اور اَہلِ یثرب کے مومنین و مسلمین کے ساتھ اَہلِ کتاب (یہود) کے اُن قبائل کو بھی شاملِ مصالحت فرمایا جو مسلمانوں کے حلیف اور اتحادی بن گئے تھے اور جنہوں نے دفاعِ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ ان تمام مہاجرین و اَنصار اور یہودِ یثرب کو ملا کر حضور ﷺ نے ’ایک اُمت‘ یعنی ایک اجتماعی وحدت اور قوم کی تشکیل فرمائی اور صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا:

إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ.

”بقیہ لوگوں کو چھوڑ کر یہ سب ایک قوم ہیں۔“

آپ ﷺ نے کفار و مشرکینِ مکہ اور اس معاہدۂ صلح و اِتحاد میں شریک نہ ہونے والوں کو اُمۃٌ واحدۃٌ سے نکال دیا۔

پھر آپ ﷺ نے ’اُمتِ واحدہ‘ میں شریک قبائل کے نام گنوائے اور انہیں اپنے اپنے دین اور روایات پر برقرار رکھتے ہوئے اَحکام صادِر فرمائے۔ اِس ضمن میں آپ ﷺ کے اگلے کلمات و اِرشادات ملاحظہ ہوں:

☆ اَلْمُهَاجِرُونَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ بينهم معاقلهم الأولى، وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين.

☆ وَبَنُو عَوْفٍ عَلٰى ربعاتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وكُلّ طَائِفَةٍ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وبنو الخزرج على ربعاتِهِمْ يتعاقلون مَعَاقِلَهُمُ الأولٰى، وكل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين.

☆ وَبَنُو سَاعِدَةَ عَلٰى رِباعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو جُشَمٍ عَلٰى رِباعَتِهِمْ، يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو النّجّارِ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِى عَانِيَهَا

بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆ وَبَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَلٰى رِبعاتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِين.

☆ وَبَنُو النّبِيتِ عَلَى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.

☆وَبَنُو أَوْسٍ عَلٰى رِبَاعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُولٰى، وَكُلّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِى عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ.(۱)

’’قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

’’اور بنوعوف اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

’’اور بنوخزرج اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

’’اور بنو ساعدہ اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

’’اور بنوجشم اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

’’اور بنونجار اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

---

(۱) ۱۔ حميد بن زنجويه، كتاب الأموال، ۱:۳۹۴
۲۔ أبو عبيد قاسم بن سلام، كتاب الأموال، ۱:۳۹۴
۳۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۴۹۷–۴۹۸
۴۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۸:۱۰۶
۵۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳:۲۲۴–۲۲۵

''اور بنو عمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

''اور بنو نبیت اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔

''اور بنو اَوس اپنے محلے پر (ذِمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور مومنوں کے درمیان باہمی نیکی اور عدل و اِنصاف کے ساتھ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔''

(۱۲) حضور ﷺ کا فرمان کہ یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہیں

جہاں تک 'صحیفہ' کے شروع میں بیان کی گئی 'أمة واحدة' کی اِصطلاح کا تعلق ہے، اِس پر محدثین اور مؤرّخین کے دو قول ملتے ہیں:

ایک قول کے مطابق یہ لفظ صرف مہاجرین و اَنصار صحابہ کے لیے اِستعمال ہوا ہے، جب کہ یہود اس معاہدہ میں کچھ عرصہ بعد شریک ہوئے ہیں، اس وجہ سے ان کے لیے مسلمانوں کے ساتھ مل کر 'ایک اُمت یعنی جماعت' بن جانے کا ذکر اِسی صحیفہ میں آگے چل کر دوبارہ آیا ہے۔

دوسرے قول کے مطابق ہر چند کہ 'أمة واحدة' کی اِصطلاح اَصلاً مہاجرین و اَنصار کے لیے اِستعمال کی گئی ہے مگر اِسی مقام پر جب ان کلمات کا اِضافہ فرمایا گیا:

و مَنْ تبِعَهم فَلحِقَ بهم فحل معَهم و جَاهَد مَعَهُم، إنّهم أمةٌ و احدةٌ.

''اور جس نے بھی اِن قواعدِ دستور میں مہاجرین و اَنصار کے ساتھ موافقت اِختیار کی اور ان کے ساتھ اِلحاق کیا اور ان کا حلیف بن گیا اور ریاستِ مدینہ کے دفاع کے لیے ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ تو وہ سب مل کر ایک اُمت یعنی اِجتماعیت قرار پا گئے۔''

سو اِن اِضافی کلمات کے ذریعے جو قبائلِ یہود بھی انہی شرائط پر - خواہ بعد اَزاں شریکِ معاہدہ ہوئے - فریقِ صحیفہ بنے اور مسلمانوں کے حلیف بن گئے تو وہ بھی لامحالہ اِسی 'أمة واحدة' کا لازمی حصہ بن گئے۔ اسے کسی حکم کا توسیعی اِطلاق (extensional application) کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے 'توسیع کا ضابطہ (principle of extension)' تو خود ہی پہلے روز سے مسلمانانِ قریش و یثرب (مہاجرین و اَنصار) کے درمیان معاہدہ کرواتے ہوئے لکھوا دیا تھا۔ ورنہ 'ان اِضافی کلمات' کا کوئی معنی و اِطلاق ہی نہیں بنتا۔ اس لیے کہ اگر 'أمة واحدة' سے مراد صرف مسلمان ہیں تو وہ تو 'مہاجرین و اَنصار یا قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین' کے

اندر سارے کے سارے آ گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ بقیہ موافقت، اِلحاق، دفاعی تعاون اور معاہدہ وغیرہ کی شرائط کن طبقات کے لیے لکھی جا رہی ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ غیر از مومنین و مسلمین ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مسلمان تو اصل فریق ہوئے، اور رہ گئی توسیع تو وہ دوسروں کے لیے ہی ہوسکتی ہے جو اِن شرائط کو پورا کریں۔

تاہم اِس بحث میں پڑے بغیر یہود (اَہلِ کتاب) کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت (جماعت) بنایا جانا دوسرے مقام پر بطورِ خاص الگ سے صراحتاً آ گیا ہے۔ اس لیے پہلے مقام پر جرح و بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ اب 'صحیفہ' کے دوسرے مقام کی عبارت ملاحظہ کیجئے جہاں یہود کو الگ سے مسلمانوں کے ساتھ ملا کر ایک اُمت قرار دیا جا رہا ہے۔ 'صحیفہ مدینہ' میں حضور ﷺ کے لکھوائے گئے یہ کلمات بھی ملاحظہ ہوں:

إِنّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ. (۱)

''بے شک یہودِ بنی عوف، مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی اُمت قرار دیے جاتے ہیں مگر یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا۔ اُمت ہونے میں وہ خود بھی شامل ہوں گے اور دونوں طبقات کے موالی بھی۔''

یہاں اِس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ دونوں طبقات اپنے اپنے جداگانہ دین پر کاربند رہیں گے مگر اس کے باوجود انہیں ایک 'اُمت یعنی قوم' ہونے میں کوئی اَمر مانع نہیں ہوگا۔ گویا مسلمانوں اور یہود کا مل کر ایک اُمت ہونا نہ تو ان کے اپنے اپنے دینی تشخص کو مجروح کرتا ہے اور نہ ہی ان کا جداگانہ دینی تشخص انہیں ایک ہیئت اِجتماعی اور ایک اُمت بن کے رہنے سے روکتا ہے۔

اِس فرمانِ نبوی ﷺ کا مسلمانوں کے 'اُمتِ مسلمہ' ہونے کے تصور سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ اِس لیے کہ جب مسلمانوں کو 'ایک اُمت' قرار دیا گیا تو وہ دینی، ملّی اور اِعتقادی اِعتبار سے تھا، اور جب 'میثاقِ مدینہ' کے ذریعے حضور ﷺ نے مسلمانوں اور یہود کو ملا کر ایک 'اُمت (جماعت)' کا حصہ بنایا تو اس کا معنی سیاسی، سماجی اور دفاعی اِجتماعیت اور وحدت تھا۔ اِسی سے 'آئینی قومیت (constitutional nationality)' اور 'شہریت (citizenship)' کا تصور وجود میں آیا ہے اور اِسی حکم کی بناء پر حضور نبی اکرم ﷺ نے کثیر الثقافتی سوسائٹی (multicultural society) کی بنیاد رکھی ہے، جو آج کی دُنیا کے لیے بین المذاہب رواداری (interfaith tolerance) اور 'پُر اَمن بقاے باہمی' (peaceful co-existence) کے لیے اُسوہ و نمونہ بن گئی ہے۔ اَصل

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۴۹۹
۲۔ ابن زنجويه، كتاب الأموال، ۱:۳۹۴
۳۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳:۲۲۵

مصادر اور اُمّہات الکتب میں حدیثِ نبوی کا یہی جملہ أمة مع المؤمنین کے بجائے أمة من المؤمنین کے لفظ کے ساتھ بھی روایت ہوا ہے۔

اِس روایت کے مطابق عبارت یوں آئی ہے:

أن یھود بنی عوفٍ وموالیھم وأنفسھم أمةٌ من المؤمنین، للیھود دینھم، وللمؤمنین دینھم.(۱)

''بے شک یہودِ بنی عوف، ان کے جملہ نفوس اور موالی سب مل کر (گویا) مومنوں کی اُمت کا ہی حصہ قرار دیے جاتے ہیں۔ البتہ یہود کے لیے ان کا اپنا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے ان کا اپنا دین۔''

(۱۳) إنّ یھود بنی عوفٍ أمّةٌ مِنَ المؤمنین کا معنی

جن اَئمہ سیر و حدیث نے أمةٌ من المؤمنین کے الفاظ روایت کیے ہیں، ان میں امام ابوعبید قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، امام منصور بن الحسین الآبی، امام ابن الأثیر الجزری اور امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اور دیگر شامل ہیں۔

اِس عبارت کا معنی یہ ہے کہ مذاہب جدا جدا ہونے کے باوجود مسلمان اور یہود اس معاہدہ و مصالحت کے ذریعے ایک ہی اُمت کے اَفراد کی مانند ہوگئے ہیں۔ پس دونوں ایک دوسرے کے اِس طرح محافظ، معاون اور مددگار ہوں گے جیسے ایک ہی اُمت کے اَفراد ایک دوسرے کے لیے ہوتے ہیں۔ سو اُن کے باہمی اِتحاد نے انہیں آپس میں ایک ہی جماعت کے اَفراد کی طرح جوڑ دیا ہے۔

اب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے کلمات إنّ یھود بنی عوفٍ أمّةٌ مِنَ المؤمنین کا معنی اَئمہ حدیث سے معلوم کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے امام ابن الاثیر الجزری (م۶۰۶ھ) کا قول لیتے ہیں۔ آپ اپنی معروف کتاب 'النھایة فی غریب الحدیث والأثر' میں لکھتے ہیں:

وفیہ: إن یھود بنی عوف أمة من المؤمنین. یرید: أنھم بالصلح الذی وقع بینھم، وبین المؤمنین کجماعة منھم، کلمتھم وأیدیھم واحدة.(۲)

---

(۱) ۱۔ أبو عبید قاسم بن سلام، کتاب الأموال: ۲۶۳
۲۔ محمود بن عمر الزمخشری، الفائق فی غریب الحدیث والأثر، ۲: ۲۵
(۲) ابن الأثیر، النھایة فی غریب الحدیث والأثر، باب الھمزة مع المیم، ۱: ۶۷

''بے شک یہودِ بنی عوف مومنوں کی اُمت میں ہی شامل ہیں' کا معنی یہ ہے کہ اِس صلح کے ذریعے جو ان کے اور مومنوں کے درمیان واقع ہوئی، یہود کی حیثیت یہ قرار پائی ہے کہ وہ اب مومنوں کی ہی ایک جماعت کی طرح ہیں۔ دونوں کا قول وفعل ایک ہی قول وفعل تصور ہوگا۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گروہ کسی قوم یا قبیلے سے وعدہ کرتا ہے تو دوسرا گروہ بھی اس وعدے کا اسی طرح پابند ہوگا۔ گویا وہ وعدہ خود اِسی نے کیا ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک گروہ کسی کو پناہ دیتا ہے تو دوسرا اس پناہ کا اسی طرح پابند ہوگا۔ گویا وہ پناہ اسی نے ہی دے رکھی ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے خلاف کوئی اِقدام ہوتا ہے تو دوسرا گروہ بھی اس اقدام کو اپنے خلاف تصور کرے گا۔ اِسی طرح دونوں کی حمایت بھی ایک ہوگی اور مخالفت بھی ایک۔ الغرض آج سے یہود اور مسلمان دونوں ایک ہی جماعت کے اَفراد کی طرح تصور ہوں گے۔

امام ابن الاثیر (م۶۰۶ھ) نے اپنی دوسری کتاب 'منال الطالب فی شرح طوال الغرائب' میں بھی یہی معنی مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قوله: وإن يهود بني عوف أمة من المومنين. يريد: أنهم بالصلح الذى وقع بينهم وبين المومنين، فصارت أيديهم وأيدى مواليهم مع المؤمنين واحدة على عدو المومنين، كأمة من المؤمنين، إلا أنّ لهولاء دينهم ولهؤلاء دينهم، إلا من ظلم وأثم بنقض العهد والنكث. [1]

''حضور ﷺ کے ارشاد-'یہودِ بنی عوف مومنوں میں سے ہی ایک جماعت تصور ہوں گے'- کا معنی یہ ہے کہ یہود اور مسلمانوں کی باہمی مصالحت کے نتیجے میں ان دونوں طبقات کے نفوس اور ان کے موالی کے نفوس اور ان سب کی قوت و طاقت مسلمانوں کے دشمنوں (اِشارہ کفار ومشرکینِ مکہ کی طرف ہوسکتا ہے) کے خلاف ایک ہی اِجتماعی قوت اور وحدت بن گئی ہے اور اِس رشتۂ وحدت کے باعث یہود بھی گویا مومنوں کی ہی جماعت (اُمت) کا حصہ تصور ہوں گے، سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے لیے اپنا دین برقرار رہے گا اور یہود کے لیے اپنا دین۔ بشرطیکہ کوئی فریق اس معاہدہ کی خلاف ورزی اور ظلم و عدوان کا مرتکب نہ ہو۔''

علامہ زمخشری کی تشریح

اِسی معنی کو علامہ زمخشری نے بھی 'الفائق فی غریب الحدیث و الأثر' میں اِن اَلفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:

(۱) ابن الأثیر، منال الطالب فی شرح طوال الغرائب، حدیث کتاب قریش والأنصار، ۱:۱۸۳

يهود بنى عوف بسبب الصلح الواقع بينهم وبين المؤمنين كأمّة منهم فى أنّ كلمتهم واحدةٌ على عدوهم. فأما الدين فكلّ فرقة منهم على حيالها إلا من ظلَم بنقض العهد. (۱)

''یہودِ بنی عوف مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کے باعث ان کی اُمت ہی کے حصے کی مانند ہو گئے ہیں۔ اب ان دونوں طبقات کا اپنے دُشمنوں کے خلاف قول بھی ایک ہے اور اِقرار بھی ایک۔ رہ گیا دین کا معاملہ، سو دونوں اس میں اپنے اپنے حال پر برقرار رہیں گے مگر وہ جنہوں نے عہد شکنی کے ذریعے ظلم کیا۔''

امام ابن ابی عبید الھر وی کی تشریح

أمةٌ من المؤمنين کا یہی معنی سب سے پہلے امام ابن ابی عبید الھر وی (م ۴۰۱ھ) نے اپنی کتاب 'الغريبين فى القرآن والحديث' میں بیان کیا تھا۔ عبارت ملاحظہ ہو:

وفيه: إن يهود بنى عوف أمة من المؤمنين. يريد: أنهم بالصلح الذى وقع بينهم، وبين المؤمنين كأمة من المؤمنين، كلمتهم وأيديهم واحدة. (۲)

''بے شک یہودِ بنی عوف، مومنوں کی اُمتیں سے ہی تصور ہوں گے' کا معنی یہ ہے کہ اُس مصالحت نے جو یہود اور اَہلِ اِسلام کے درمیان واقع ہوئی، یہود کو مومنوں ہی کی جماعت کا گویا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ اب ان دونوں کا قول و فعل ایک ہی قول و فعل تصور ہوگا۔''

(۱۴) یہود کے پانچ دیگر قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمت اور جماعت ہونے میں شامل کر دیے گئے

بعد ازاں حضور ﷺ نے یہودِ بنی عوف کی طرح یہود کے بقیہ بڑے قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اُمت و جماعت ہونے میں شامل کر دیے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو وہی حیثیت (status) دے دی گئی جو پہلے 'یہودِ بنی عوف' کو حاصل تھی۔ پھر ان کے حلیفوں کو بھی اس حیثیت میں شامل کر دیا گیا۔ مزید برآں ان شرکاءِ معاہدہ کے درمیان باہمی مدد و نصرت اور تعاون علی الخیر کے ضوابط بھی مقرر فرمائے جیسا کہ ایک ہی قوم کے اَفراد ہونے کا تقاضا ہوتا ہے۔

اب ان توسیعی احکام کو ملاحظہ کریں:

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِى النّجّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِى عَوْفٍ.

---

(۱) زمخشری، الفائق فى غريب الحديث و الأثر، حرف الراء مع الباء، ۲:۲۶

(۲) الهروى، الغريبين فى القرآن والحديث، باب الهمزة مع الميم، ۱:۱۰۷

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِى الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِى عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِى جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِى عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ بَنِى سَاعِدَةَ مَا لِيَهُودِ بَنِى عَوْفٍ.

☆ وَإِنّ لِيَهُودِ الْأَوْسِ مِثْلَ ذٰلک، إلا من ظلم، فإنه لا يوتغ إلا نفسه وأهل بيته. وأنه لا يخرج أحدٌ منهم إلا بإذن محمد ﷺ.

☆ على اليهود نفقتهم، وعلى المسلمين نفقتهم.

☆ وأن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة. وأن بينهم النصح والنصيحة والنصر للمظلوم.

☆ وأن المدينة جوفها، حرم لأهل هذه الصحيفة.

☆ وأن بينهم النصر على من دهم يثرب.

☆ وأنهم إذا دعوا اليهود إلى صلح حليف لهم بالأسوة، فإنهم يصالحونه. وإن دعونا إلى مثل ذلک، فإنه لهم على المؤمنين إلا من حارب الدين.

☆ وأن يهود الأوس ومواليهم وأنفسهم مع البر المحسن منهم، من أهل هذه الصحيفة.

☆ وأنه البر دون الإثم، ولا يكسب كاسبٌ إلا على نفسه.

☆ وإن أَوْلاهم بهذه الصحيفة البَرُّ المُحسن.(۱)

''اور بنونجار کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

''اور بنو حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

''اور بنوجشم کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

''اور بنو ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

---

(۱) ۱۔ حمید بن زنجویه، کتاب الأموال، ۱:۳۹۵

۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية، ۲:۴۹۹–۵۰۰

۳۔ ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الأموال، ۱:۲۲۴

۴۔ زمخشری، الفائق فی غریب الحديث والأثر، ۲:۲۵

''اور یہودِ اَوس کو بھی اِسی کی مثل حقوق حاصل ہیں۔ مگر وہ جس نے ظلم کیا، وہ بے شک اپنے اور اپنے اَہل خانہ کے سوا کسی کو مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور ان میں سے کوئی بھی اِس معاہدے سے خارِج نہیں ہوگا مگر حضور نبی اکرم ﷺ کے اِذن سے۔

''اور یہود پر ان کا اپنا نان ونفقہ واجب ہوگا جب کہ مسلمانوں پر ان کا اپنا نان نفقہ واجب ہوگا۔

''اور جو کوئی اس معاہدے والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم اِمدادِ عمل میں آئے گی۔ اور اِن میں باہم حسنِ مشورہ اور بہی خواہی ہوگی اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی، اور مظلوم کی داد رسی لازماً کی جائے گی۔

''اور مدینہ کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس معاہدے والوں کے لیے حرم (دار الامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا)۔

''کسی بیرونی حملے کی صورت میں ریاستِ مدینہ کا دفاع اِمدادِ باہمی کے تحت ان (یہودیوں اور مسلمانوں) کی مشترکہ ذِمّے داری ہوگی۔

''اور جب وہ یہود کو (اپنے) کسی حلیف کے ساتھ طے شدہ دستور کے مطابق صلح کے لیے بلائیں گے تو وہ ان سے مصالحت کریں گے اور اگر ایسے ہی مقصد کے لیے ہمیں بلائیں گے تو ان کا حق مومنوں پر ہوگا۔ البتہ اس شخص کا کوئی حق مومنوں پر نہیں جو دین اسلام سے جنگ کرے۔

''اور (قبیلہ) اَوس کے یہودیوں کو ...... موالی ہوں یا اَصل ...... وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اِس دستور والوں کو حاصل ہیں اور وہ بھی اِس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔

''اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی؛ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔

''اور اِس معاہدے کا زیادہ حق دار وہی شخص ہوگا جو نیک اور محسن ہوگا۔''

الغرض میثاقِ مدینہ کی متذکرہ بالا عبارات کی روشنی میں اَہلِ کتاب اور دیگر غیر کتابی کفار و مشرکین کے درمیان فرق و اِمتیاز اَظہر من الشّمس ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر جب ہم اس 'معاہدے' کا موازنہ 'صلح نامہ حدیبیہ' سے کرتے ہیں جو ٦ھ میں کفار و مشرکینِ مکہ کے ساتھ ہوا تھا، تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ اِس کا مضمون، مزاج، شرائط اور عبارات یکسر معاہدۂ یہود سے مختلف ہیں۔ اَوّل کلمہ سے آخری کلمہ تک اس کا مزاج مختلف ہے۔ اِس کے مقاصد بھی مختلف ہیں۔ اِس میں محض دس سال کے لیے جنگ بندی اور اَمن کی شرائط مذکور ہیں اور اِس سے بڑھ کر دونوں طبقات کے درمیان کسی قسم کی خیر سگالی کی کوئی فضا نظر نہیں آتی، جب کہ 'معاہدۂ مدینہ' کے مقاصد بھی جدا ہیں اور اَہلِ کتاب کے ساتھ معاملات بھی جداگانہ ہیں، جن کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔

نوٹ: اگلی قسط اِس سلسلے میں مذہبِ اِمامِ اَعظم اور کتبِ فقہ وعقائد سے اِستدلال پر مشتمل ہوگی۔